مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

نقوش اسلام

Issue.No.4	مئی ۲۰۰۶ء ...... (JUNE2006) ...... ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ	VOL.No.1

زیر سرپرستی

- مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
- ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
- عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری

مجلس مشاورت

☆ مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی ☆ مولانا محمد عامر صدیقی ندوی ☆ مولانا محمد اختر قاسمی
☆ مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی ☆ مولانا محمد صالح جی ☆ الحاج موسیٰ بھائی درسوت
☆ مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی ☆ مولانا حافظ محمد ایوب کاڑوا ☆ مولانا محمد عمر قاسمی

مجلس ادارت

- مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی
- مولانا نظام الدین ندوی
- مولانا محمد طاہر قاسمی
- مولانا محمد ساجد عزیزی

چیف ایڈیٹر: محمد مسعود عزیزی ندوی

سب ایڈیٹر: محمد ارشد فیضی

مدیر معاون: ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

مدیر انتظامی: حافظ عبدالستار عزیزی

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے

فی شمارہ ۱۰/روپیے

سالانہ ۱۰۰/روپئے

خصوصی ۳۰۰۰/روپئے

ایشائی، یورپی افریقی وامریکی ممالک کے لیے ۲۰/ڈالر

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

NUQOOSH-E-ISLAM

MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129

(U.P)INDIA.Ph.0132.2775452.Cell.09719831058

نقوش اسلام، مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور (یوپی) انڈیا

PRINTED PUBLISHED AND O WNED BY MOHD.MASOOD AZIZI NADWI
PRINTED AT UNION PRESS DEOBAND AND PUBLISHED AT MUZAFFARABAD SRE
CHIEF EDITOR.MOHD MASOOD AZIZI NADWI

npage24\A017 not found.
Border\BISMIL01\001. not found.
npage24\A017 not found.

اس شمارے میں

عناوین		مضمون نگار	صفحہ
اداریہ	خود احتسابی کے عمل سے گزرنا ضروری ہے	مولانا محمد نسیم اختر شاہ قیصر	۳
مدح رسولؐ	درود ان پر سلام ان پر	ڈاکٹر نواز دیوبندی	۴
پیغام		ڈاکٹر شکیل احمد	۵
صورت حال	عالم اسلام کو قیادت کے لیے......	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۶
اقبالیات	اقبال کے کلام کی......	محمد بدیع الزماں صاحب	۸
تجزیہ	نماز بھی قربانی چاہتی ہے	پروفیسر بدرالدین الحافظ	۱۱
مکتوبات	مکتوبات مفکر اسلام ایک نیازمند کے نام	محمد مسعود عزیزی ندوی	۱۳
عظمت قرآن	ہر دل بہار بزم ہے قرآن مانئے	مولانا مفتی عقیل احمد فیضی قاسمی	۱۹
حقوق	عزت وآبرو کا تحفظ ہر..................	مولانا محمد اسرار الحق قاسمی	۲۰
جائزہ	مغربی ممالک اسلام سے خوفزدہ کیوں؟	مفتی محمد اللہ خلیلی قاسمی	۲۲
طریقۂ کار	دینی دعوت کا اصل طریقہ	حضرت مولانا عبداللہ حسنی ندوی	۲۵
تاریخ اسپین	اندلس کے بیالیس معروف تاریخ داں	جناب زکریا ورک	۲۷
نصاب تعلیم	نصاب تعلیم کا دائرۂ عمل	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۲۹
سلوک واحسان	تصوف اور حضرت شاہ ولی اللہ	حضرت مولانا محمد ولی رحمانی	۳۰
وصایا	علماء اور اساتذہ کے لیے فقیہ الامت کی چند وصیتیں	حمید اللہ قاسمی کبیر نگری	۳۲
گوشۂ خواتین	اسلام میں پردہ کی اہمیت	محترمہ سارہ عزیزی ناظمہ فاطمۃ الزہراء للبنات	۳۳
شخصیات	حضرت مولانا محمد امین............	مولانا مفتی رحمت اللہ نیپالی	۳۵
محاسبہ	کبھی اے نوجواں مسلم!	مولوی محمد ساجد کھجناوری	۴۰
عبارات اکابر	حضرت حکیم الامت کی چند وصیتیں اور مشورے	ادارہ	۴۲
تأثرات		حضرت مولانا انعام اللہ قاسمی	۴۳
تأثرات		مولانا نجم الحسن تھانوی	۴۵
تأثرات		مولانا ڈاکٹر فہیم اختر ندوی	۴۶
تأثرات		مولانا حسن الہاشمی	//
	آپ کے خطوط..................		۴۷
حالات حاضرہ	عالمی خبریں................	حافظ عبدالستار صاحب عزیزی	۴۸

E.mail : mifiislami@yahoo.com ------------ nuqooshe_islam@rediffmail.com

پرنٹر پبلیشر محمد مسعود عزیزی ندوی نے یونین آفسٹ پریس دیوبند میں طبع کراکے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائینیگ: حمید اللہ قاسمی ☆ عزیزی کمپیوٹر سنٹر، مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

اداریہ

خوداحتسابی کے عمل سے گزرنا ضروری ہے

مولانا محمد نسیم اختر شاہ قیصر

دنیا کے تمام ادیان میں جہاں اسلام ایک کامل و مکمل مذہب ہے، وہیں اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اسی مذہب کو اپنوں اور غیروں نے خوب نشانہ بنایا ہے اور اس کے سینے پر طنز و تعریض کے اتنے تیر چلائے ہیں کہ اگر کوئی خودساختہ بے جان اور کمزور دین ہوتا تو اس کے سینے سے ابلتے رہنے والا خون اس کی موت کا سبب بن جاتا، مگر یہ اسلام ہی ہے کہ جس نے پوری پامردی، استقامت اور استقلال کے ساتھ نہ صرف یہ کہ اپنا دفاع کیا؛ بلکہ بتدریج اپنے سفر کو جاری رکھنے میں بھی کامیاب رہا۔

اس میں جہاں مشیت الٰہی، نصرت خداوندی اور ایماء رب کو دخل ہے، وہیں اس کی فطرت میں داخل کچھ وہ عناصر بھی ہیں جن سے یہ زندگی پا رہا ہے اور بھرپور توانائیوں کے ساتھ موجود بھی ہے، بیدار بھی، زندہ اور متحرک بھی، اس کے حلقے میں داخل ہونے والوں نے صرف اس کو کافی نہیں سمجھا کہ زبان اور دل سے خدا کی وحدانیت اور رسول خدا کی رسالت کا اقرار کریں، بلکہ اپنے ہر عمل کو اسلامی سانچے اور فکر میں ڈھالنے کی بے مثال کاوشیں کیں، جو تاریخ اسلام کا ہمیشہ ایک تابندہ عنوان رہی ہیں، چاہنے والوں نے اپنی خواہشات اپنی ضروریات، اپنی آرزوئیں اور تمنائیں، صرف اسلام کی طلب میں قربان کردی۔ زندگی کا ایک ایک سانس اسلام کے لیے وقف ہوگیا، ان کی سوچ، ان کی فکر، ان کا کردار و عمل یہاں تک کہ لباس، رہن سہن، خورد و نوش، خلوت و جلوت، انفرادی اور اجتماعی معاملات، سماجی اور معاشرتی تقاضے قرابت اور عزیزداریاں، رشتے اور خاندانی نسبتیں، اسلامی دہلیز پر بصد عجز و نیاز پیش کردی گئیں، یہ کل کی بات تھی، آج بھی ایسا ہوسکتا ہے۔

اپنے آج کو کل میں تبدیل کرنے کے لیے ہمیں کرنا یہ ہوگا کہ اپنے عقیدے اور فکر کو سلامتی کے راستے پر ڈالے رکھیں، جدید ترقی یافتہ دور جس نے انسان کو الحاد اور لادینیت کے دروازے پر لاکھڑا کیا ہے اور مغربی فکر اور سوچ نے جس طرح عقلیں ماؤف کردی ہیں، اس حصار سے خود کو نکالنے اور عقل کا صحیح استعمال کرنے کی ضرورت ہے، اسلام چاہتا ہے کہ جائز حدود میں رہ کر دنیا کی تمام چیزوں سے منشاء الٰہی کے تحت فائدہ اٹھایا جائے، یہ پورا عالم انسانوں کے لیے بنایا گیا اور اس کی تمام اشیاء انسان کے نفع اور ضرورتوں کے لیے تخلیق کی گئی ہیں، یہ ایک فطری عمل ہے اور یہ اپنے فطری انداز میں جاری رہنا چاہئے، جہاں فطرت سے تصادم اور ٹکراؤ کی کوششیں کی جائیں گی وہیں انسانی زندگی پر لرزہ طاری ہوگا، اس کی حیثیت مجروح ہوگی اور وہ تباہی کے ان راستوں پر چل پڑے گی جہاں سے اس کی واپسی ممکن نہیں، پوری دنیا بے چین اور بے قرار ہے اور ایک ایسے نسخۂ کیمیا کی تلاش میں ہے، جو اسے زندگی کے فطری حسن اور لطف سے آشنا کرسکے، یہ نسخۂ کیمیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دنیا کو دیدیا گیا ہے، اب اس پیغام کو عام کرنا قرآنی حقائق اور صداقتوں، تعلیمات اور احکامات کو پوری دنیا میں پھیلانا سیرت نبی کریمؐ سے عالم انسانیت کو باخبر کرنا، ہمارا سب سے بڑا مشن ہونا چاہئے، کچھ ہمارے عمل اور کچھ غلط پروپیگنڈے نے؛ بلکہ معاندانہ کارروائیوں نے جس طرح اسلام کی تصویر پیش کی ہے، وہ تصویر دھندلی بلکہ ادھوری ہے، اپنے عمل سے اپنے کردار، اپنے اخلاق سے، اپنے معاملات اور اپنی سوچ سے اس کا ثبوت فراہم کرنا ہوگا، کہ اسلام واقعی خدائی

مذہب ہے اور انسانیت کو پناہ صرف اسلام ہی کی آغوش میں مل سکتی ہے، جب تک ہمارا عمل اسلامی تعلیمات کی نفی کرتا رہے گا، اس وقت تک اسلام دشمنوں کی زد میں رہے گا، حقیقت کو منوانے کے لیے اور سچائیوں کو باور کرانے کے لیے بھی انسان کو درد و کرب اور ابتلاء و آزمائش سے گزرنا پڑتا ہے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر تکالیف برداشت کیں، اذیتوں کا سامنا کیا، روحانی اور جسمانی کرب نے آپ ؐ کا پیچھا نہ چھوڑا پیغمبر خدا نے تمام تکالیف برداشت کیں اور اف تک نہ کی نتیجہ دشمنوں کی پسپائی اور ہزیمت کی صورت میں سامنے آیا، عرب کے صحراؤں میں توحید کی صدا لگانے والے پیغمبر کا ابتدا میں نہ کوئی ہمنوا تھا، نہ کوئی رفیق اور نہ کوئی ساتھی، ہر طرف دشمن تھے، ان کی شازشیں اور دشمنانہ کارروائیاں مگر پھر ۲۳ رسال کی مختصر مدت میں دنیا نے ایک ایسے انقلاب کو کھلی آنکھوں سے دیکھا، جو سماجی اور معاشرتی حدود سے بہت آگے بڑھ کر قلب و روح کا انقلاب ثابت ہوا، اس کے اثرات ظاہر ہی میں نہیں؛ بلکہ باطن میں بھی مضبوط، مستحکم اور مکمل تھے یہ روحوں کو فتح کرنے اور قلوب پر انقلابی پرچم لہرانے والا وہ چشم کشا منظر تھا جس کو دیکھ کر آج بھی لوگ اسلام کے حلقے میں داخل ہو رہے ہیں اور یہ سلسلہ آخر تک جاری رہے گا، بس اس نکتہ پر غور کیجئے کہ اسلام کے بڑھتے ہوئے قدموں اور اثرات میں ہمارا حصہ کتنا ہے۔

نـــوٹ: ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے مدیر اعلیٰ چونکہ ان دنوں طویل سفر پر ہونے کی وجہ سے اداریہ تحریر نہیں فرما سکے، اس لیے ان کی جگہ اداریہ کی شکل میں موجودہ وقت کے نامور ادیب اور مشہور کالم نگار جناب مولانا نسیم اختر شاہ قیصرؔ کی تحریر ان کے شکریہ کے ساتھ شائع کی جا رہی ہے۔

درود ان ؐ پر سلام ان ؐ پر

ڈاکٹر نوازؔ دیوبندی

جو رازداروں کے رازداں ہیں		وہ ابتدا ہیں وہ انتہا ہیں	
جو دونوں عالم میں ضوفشاں ہیں		وہ ہی نبوت کا دائرہ ہیں	
جو ساری امت پہ مہرباں ہیں		وہ مصطفیٰ ؐ ہیں وہ مجتبیٰ ؐ ہیں	
جو وجہ تخلیق دوجہاں ہیں	درود ان ؐ پر سلام ان ؐ پر	وہ روز محشر کا آسرا ہیں	درود ان ؐ پر سلام ان ؐ پر
جو بے سہاروں کا آسرا ہیں		محبتوں کا نشان ہیں وہ	
جو غم کے ماروں کا آسرا ہیں		ہماری جائے امان ہیں وہ	
جو دل فگاروں کا آسرا ہیں		خدائے برتر کی جان ہیں وہ	
گناہ گاروں کا آسرا ہیں	درود ان ؐ پر سلام ان ؐ پر	کہ دونوں عالم کی شان ہیں وہ	درود ان ؐ پر سلام ان ؐ پر
جوان بہاروں سے بھی حسیں ہیں		ذہین ہیں وہ متین ہیں وہ	
حسیں نظاروں سے بھی حسیں ہیں		زمانے بھر سے حسین ہیں وہ	
جو چاند تاروں سے بھی حسیں ہیں		گماں نہیں ہیں یقین ہیں وہ	
جو شاہ کاروں سے بھی حسیں ہیں	درود ان ؐ پر سلام ان ؐ پر	کہ دشمنوں میں امین ہیں وہ	درود ان ؐ پر سلام ان ؐ پر
وہ جو ہدایت کی انتہا ہیں		بہارِ جانِ بہار ہیں وہ	
وہ جو شریعت کی انتہا ہیں		ہمارے دل کا قرار ہیں وہ	
وہ جو طریقت کی انتہا ہیں		نوازؔ عالی وقار ہیں وہ	
وہ جو نبوت کی انتہا ہیں	دوردان ؐ پر سلام ان ؐ پر	خدا کا بس شاہ کار ہیں وہ	دوردان ؐ پر سلام ان ؐ پر

صورت حال

عالم اسلام کو قیادت کے لیے
سیاست و دعوت کے امتزاج کی ضرورت

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

یہ ایک حقیقت ہے کہ سیاست ودعوت جنھیں ہم مسلمان ایک امر دینی ہونے کی حیثیت سے اپنی زندگی کا اہم ترین جز وخیال کرتے ہیں، دونوں اپنے اندر حالات کو بدلنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں باوجودیکہ دونوں کے طریقہ کار جداگانہ اور مختلف ہیں۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ داعیان اسلام مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے دعوت وسیاست کے اسباب ودواعی کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کریں اوران کے نشیب وفراز پر گہری نظر رکھیں۔

یہ ہماری سخت غلطی ہوگی اگر ہم معاملہ کی تفتیش، زمانے کے تغیرات اوردعوت وسیاست کے پہلوؤں پر غائرانہ نظر رکھنے کے بجائے صرف خواہشات اور آرزؤں کے ریگزاروں میں بھٹکتے رہتے رہیں اور حالات کے نشیب وفراز سے قطع نظران خواہشات کو بروئے کار لانے کے لیے Shortcut راستے کی تلاش میں کوشاں وسہل ترین راستے کی جستجو میں سرگرداں رہیں۔

راستہ کتنا ہی طویل ہو اور حالات کتنے ہی نازک ہوں، لیکن دعوت کے طریقہ کار کو جہد مسلسل، عمل پیہم، حکمت عملی اور حسن اخلاق کے خطوط پر منظم کرنا ہوگا، لیکن جہاں تک سیاست کا تعلق ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ بدلتے ہوئے حالات پر گہری نظر رکھی جائے، ایسی اسکیم بنائی جائے جو وقت نظر اور سلامت فکر کی حامل ہو اور جو حالات کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ ہی اپنے طریقہ کار کو اپنانے کی صلاحیت رکھتا ہو، آپ معرکۂ جنگ میں دیکھتے ہیں کہ ''الحرب خدعہ'' کے پیش نظر دیگر چیزوں کے مقابلہ میں دشمنوں کی اسکیم اور پلان پر گہری نظر رکھنی ہوتی ہے، اسی بنا پر ذکاوت وذہانت اور فہم وفراست کی گہرائی سیاست کا اہم ترین عنصر سمجھا جاتا ہے اور بتقاضائے حال کبھی شبنم کی سی ٹھنڈک شدت اختیار کر لیتی ہے، تو کبھی شبنم کی سی ٹھنڈک سے دشمنوں کے دل جیتنے کی کوشش کی جاتی ہے، کبھی شمشیر وسنان کے زور پر دشمنوں کو جھکنے پر مجبور کیا جاتا ہے، تو کبھی صرف دفاع میں بہتری سمجھی جاتی ہے، اگر بعض وقت رحمت خداوندی شامل حال نہ ہو تو انسان اپنی فطری کمزوری کی بنا پر مادیت کے تیز دھارے میں بہہ جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ سیاست میں نفسانی رجحانات اور مادی اغراض سے بچنے کے لیے فکری بیداری اور ذاتی تحفظ بہت ضروری ہے۔

اب اگر گذشتہ ادوار میں دینی کوششیں سیاست سے الگ ہو کر صرف دعوت وصبر کے طریقہ کار تک محدود رہی ہیں تو شاید اس کی وجہ یہی ہے کہ سیاست کے میدان میں کبھی کبھی انسان ذاتی مصالح اور مادی اغراض کے خاروں سے الجھ جاتا ہے، چونکہ دعوت وتبلیغ کی تنظیم جہد مسلسل، صبر پیہم، قوت برداشت اور دعا واخلاص کے خطوط پر ہوتی ہے لہٰذا نوید قرآنی:

" ان الله اشترى من المؤمنين أنفسهم وأموالهم بان لهم الجنة "

''بلاشبہ اللہ تعالی نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی''۔

اسی طرح ''ان تكونوا تألمون فانهم يألمون كما تألمون وترجون من الله مالا يرجون''

اگر تم الم رسیدہ ہو تو وہ بھی الم رسیدہ ہیں، جیسے تم الم رسیدہ ہو اور تم اللہ تبارک وتعالی سے ایسی چیزوں کی امید رکھتے ہو کہ وہ لوگ امید نہیں

رکھتے''، کے پیش نظر اگر منزل مقصود تک رسائی ہوتی ہے تو فبہا ورنہ اجر وثواب کی عطر بیزی سے استفادہ تو یقینی ہے۔

یہی وہ موڑ ہے جہاں دعوت وسیاست کا حسین امتزاج نظر آتا ہے اور یہ اسلام کا اعجاز ہے کہ تاریخ انسانی میں پہلی بار اسلام نے دعوت وسیاست کو میدان عمل کے گلدان میں سجا کر دنیا والوں کے سامنے ایک حسین گلدستہ پیش کیا ہے، یہ حقیقت ہے کہ سیاست ودعوت کا امتزاج تاریخ انسانی میں پہلی بار ہوا جو ایک طرح سے نہایت دشوار ہے؛ کیونکہ سیاست کی بنیاد صرف حصول منفعت پر ہے اور دعوت کی بنیاد حصول منفعت سے قطع نظر صرف اخلاص پر ہے، اسی وجہ سے اسلام میں سیاست ودعوت کو جدا نہیں کیا گیا، تاریخ بتاتی ہے کہ کئی مرتبہ دانشوران سیاست و رہبران دعوت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے ہیں۔

رہبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے تھے کہ منافقین جو جاں نثاران اسلام اور فداکاران دین کے مال میں حصہ بٹاتے ہیں وہ اسلامی معاشرے کے تناور درخت کی جڑوں کو کھوکھلی اور اسلام کے قلعہ کو زمین بوس کرنے کی ناپاک کوشش کررہے ہیں، لیکن اس کے باوجود آپ نے اصولاً کوئی انتقامی کارروائی نہیں فرمائی، آخر کیوں؟ اس لیے کہ وہ لوگ آپ کے اعزا میں تھے یا آپ کے احباب تھے؟ نہیں بلکہ دعوت اسلامی کا اس وقت یہی تقاضہ تھا کہ آپ اس وقت ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ فرماتے، اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں جو صلح فرمائی جب کہ سیاست کا تقاضہ تو یہ تھا کہ مسلمان اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے بڑھتے چلے جاتے، چنانچہ اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اقدام سے روکنے پر ان کے روحانی جذبات کو سخت ترین دھکا لگا، لیکن چونکہ اسلام میں سیاسی مصالح دعوتی مصلحت کے دست نگر ہیں، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی اور انہیں قبول صلح پر آمادہ کرلیا، یہیں پر یہ حقیقت سوالیہ نشان بن کر سامنے آتی ہے کہ جب سیاست ودعوت کے مابین اتحاد ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ دونوں کے مصالح میں بھی ہم آہنگی پیدا نہ کی جائے؟

آج اس کی سخت ضرورت ہے کہ مسلمانان عالم اسلام دشمن کے لیے ہمہ گیر اور مکمل طور پر اس طریقہ کو اختیار کریں، جس طرح کہ آج سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، داعیان اسلام اور مجاہدین عظام نے اپنایا تھا وہ سیاست ودعوت دونوں اصول کے جامع تھے، درحقیقت دعوت وسیاست کے اصول کا نظم ایسا ہی ہے کہ اگر اسلامی معاشرے کی تنظیم انہی اصولوں پر کی جائے، تو یہ کہنا قطعاً غلط نہ ہوگا کہ یہ عین دین ہے، کیونکہ معاشرے کے لیے اس میں ایسی ہم آہنگی ہے کہ جس کی ظاہری ہار میں بھی جیت کا پہلو نمایاں ہے، اس لیے کہ ہر عمل اللہ کے رسول کے لیے ایثار واخلاص ہی پر مبنی ہوتا ہے۔

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمانان عالم اسوۂ رسول کو چھوڑ کر اپنی تمام تر کوششوں کی تنظیم کو مغرب کے اصول کی بنیاد پر کرنا چاہتی ہے، حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ مغرب کے ناقص اصول نے مذہب کو سیاست سے الگ نکال کر پھینکا ہے ان کے نزدیک تو مکروفریب غداری ودھوکہ دہی، بہانے بازی وحیلہ اور کمائی کے ذرائع تک ہر ممکن کوشش کرنے اور حالات کے مطابق منصوبے کا نام سیاست ہے، انہیں اس سے مطلب نہیں کہ بھلائی اور خیر ان سے کوسوں دور ہو جاتے ہیں، ان کی مثال بالکل اسی طرح ہے جیسے کہ ایک شخص اکتساب مال کرنا چاہتا ہے اگر وہ معروف طریقہ سے اس کو حاصل ہو جاتا ہے تو ٹھیک ورنہ وہ چوری رشوت، لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کے ذریعہ مال ودولت جمع کرتا ہے۔

یہی یورپ کی سیاست ہے جسے ہمارے ملک اور ہمارے عوام نے ایک قیمتی تحفہ سمجھ کر قبول کیا ہے لیکن یہ مسئلہ اس وقت بہت ہی بھیانک روپ اختیار کرلے گا جب کہ یہ ہماری دینی اور دعوتی کوشش میں دخل انداز ہوگا!

☆☆☆☆☆☆☆

لغزش نہیں آئے گی میرے عزم سفر میں
پیروں پہ نہیں اپنے ارادوں پہ کھڑا ہوں

اقبالیات

اقبال کے کلام کی چند قرآنی تلمیحات

محمد بدیع الزماں ریٹائرڈ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ

میرے مطالعہ کے مطابق اقبال کے کلام میں ستر قرآنی تلمیحات ہیں، مگر ان کے برتنے میں اقبال کی جدت یہ ہے کہ انہوں نے یا تو پوری آیت کو مصرعہ بنادیا ہے، یا اس آیت کے کسی فقرہ کو، اس مضمون میں ایسی ہی اور دیگر قسم کی تلمیحات پیش کی جارہی ہیں:

(۱) رفعنالك ذكرك:

یہ تلمیح سورۂ الم نشرح کی درج ذیل آیت ۴ میں وارد ہوئی ہے، فرمایا گیا ہے: "ورفعنا لك ذكرك" (اے نبیؐ) اور تمہاری خاطر تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کردیا)

اقبال کے کلام میں اس تلمیح سے صرف ایک ہی شعر 'بانگ درا'' کی نظم ''جواب شکوہ'' کے درج ذیل چوتیسویں بند میں ہے:

دشت میں، دامنِ کہسار میں، میدان میں ہے بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے
چین کے شہر، مراکش کے بیابان میں ہے اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشم اقوام یہ نظارہ ابدتک دیکھے
رفعتِ شان رفعنا لک ذکرک دیکھے

سورۂ الم نشرح مکی ہے، جب کہ کوئی شخص یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس شخص (رسول اللہؐ) کے ساتھ گنتی کے چند آدمی ہوں اور وہ بھی شہر مکہ تک محدود ہوں، اس شخص کا آوازہ دنیا بھر میں کیسے بلند ہوسکتا ہے اور اسے ناموری کیسے حاصل ہوسکتی ہے، مگر آج دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں مسلمانوں کی بستی موجود نہ ہو اور ہر روز پانچ وقت کی آواز نہ گونجتی ہو اور بہ بانگ دہل ''اشہدان لا الہ الا اللہ'' کے ساتھ ساتھ ''اشہدان محمد الرسول اللہ'' کا آوازہ بلند نہ کیا جاتا ہو۔

اقبال نے اس آیت کو اس برجستگی سے مصرعہ میں سمو کر اس بات کو ذہن نشیں کرایا ہے کہ یہ قرآن کی صداقت کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ جس وقت نبوت کے ابتدائی دور میں اللہ تعالی نے فرمایا:

"ورفعنالك ذكرك" اس وقت کوئی شخص بھی یہ اندازہ نہ کرسکتا تھا کہ یہ رفع ذکر اس شان سے اور اتنے بڑے پیمانے پر ساری دنیا میں بیک وقت ہوگا۔

حدیث میں حضرت ابوسعید خدری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جبریل میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا: ''میرا رب اور آپ کا رب پوچھتا ہے کہ میں نے کس طرح تمہارا رفع ذکر کیا؟'' میں نے عرض کیا: ''اللہ ہی بہتر جانتا ہے، انہوں نے کہا'' اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا، تو میرے ساتھ تمہارا بھی ذکر کیا جائے گا''۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم، مسند ابویعلی، ابن حبان)

بعد کی پوری تاریخ شہادت دے رہی ہے کہ یہ بات حرف بہ حرف پوری طرح ثابت ہوئی۔

(۲) لا تدع مع الله الها آخر:

اقبال نے قرآن کے اس فقرے کو جو آیت کا جز ہے تلمیح کے طور پر صرف ایک بار اپنے کلام میں ''ضرب کلیم'' کی نظم لاہور و کراچی میں استعمال کیا ہے

آہ! اے مرد مسلماں تجھے کیا یاد نہیں
حرف لا تدع مع اللہ الہا آخر

یہ نظم تین ہی اشعار پر مشتمل ہے، جس کا یہ آخری شعر ہے، اس کے قبل کے دو اشعار یہ ہیں، جو اس تیسرے شعر کا پس منظر فراہم کرتے ہیں:

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمان غیور موت کیا شئے ہے؟ فقط عالم معنی کا سفر
ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ قدر وقیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر

"لاتدع مع اللّٰہ الھا آخر" کے معنی ہیں "اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو" اور اسی معنی میں یہ فقرہ قرآن کی کئی سورتوں میں وارد ہے، جیسے سورۃ المومنون کی آیت ۱۷/ سورۃ الفرقان کی آیت ۶۸/ سورۃ الشعرآء کی آیت ۲۱۳/ اور سورۃ القصص کی آیت ۸۸/ میں۔

نفس مضمون کی خاطر صرف آخری سورۃ کی آیت نقل کی جا رہی ہے: " اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو" ولا تدع مع اللہ الھاً آخر" اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس ذات کے، فرمانروائی اس کی ہے اور اسی کی طرف تم سب بلائے جانے والے ہو"۔

(۲) ان وعد اللہ حق:

اقبال نے قرآنی آیت کے اس فقرے کی تلمیح کے ساتھ ساتھ "بانگ درا" کی غزلیات حصہ سوئم کی سب سے آخری غزل کے درج ذیل شعر میں لسان العصر اکبرالہ آبادی کے ایک مصرعہ کی تضمین بھی اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں کی اور اس لیے یہ مصرعہ واوین میں ہے ؎

یہ لسان العصر کا پیغام ہے
"ان وعداللّٰہ حقٌ یاد رکھ"

اس فقرے کو اقبال نے اپنے کلام میں صرف ایک ہی بار استعمال کیا ہے، اس کے معنی ہیں: فی الواقع اللہ کا وعدہ سچا ہے" یہ فقرہ ہو بہو ان الفاظ میں سورۂ یونس کی آیت ۵۵/ سورۃ الروم کی آیت ۶۰/ سورۂ لقمٰن کی آیت ۳۳/ سورۂ فاطر کی آیت ۵/ سورۂ المومن کی آیت ۵۵/ سورۃ الجاثیہ کی آیت ۳۲/ اور سورۃ الاحقاف کی آیت ۱۷/ میں وارد ہے "وعداللہ حقاً" کا فقرہ بھی انہی معنوں میں سورۂ النساء کی آیت ۱۲۲/ سورۂ یونس کی آیت ۴/ اور سورۂ لقمٰن کی آیت ۹/ میں وارد ہے اور سورۂ الروم کی آیت ۶/ میں انہی معنوں میں صرف وعداللہ بھی وارد ہے۔

ان سبھی آیات میں خدائے تعالی نے اپنے اس وعدہ کا اعادہ کیا ہے کہ روز حشر نیک عمل کرنے والوں کو جزاء اور کفر کی راہ اختیار کر کے برا عمل کرنے والوں کو سزا دے گا، اقبال نے اس شعر میں اسی وعدہ کی یاد دلائی ہے۔

(۳) قل ہو اللہ:

اس تلمیح سے اقبال کے کلام میں صرف ایک درج ذیل شعر "ضرب کلیم" کی نظم "توحید" میں ہے ؎

میں نے اے میر سپہ تیری سپہ دیکھی ہے
قل ھو اللہ کی شمشیر سے خالی ہے نیام

اقبال نے سورۃ الاخلاص کی پہلی آیت "قل ھو اللہ احد" سے دو اصطلاحیں وضع کی ہیں، ایک "قل ھو اللہ" اور دوسری "ھو اللہ احد" اور دونوں کو الگ الگ شعر میں اس برجستگی سے استعمال کیا ہے کہ ہر اصطلاح شعر کے موضوع کی مناسبت سے پوری آیت کے معنی کا حق ادا کرتی ہے۔

سورۃ الاخلاص مکی دور میں اس وقت نازل ہوئی، جب مشرکین بار بار رسول اللہؐ سے یہ سوال کیا کرتے تھے کہ آخر تمہارا وہ رب کون اور کیسا ہے جس کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو، اس کے جواب میں رسول اللہ کو مخاطب کر کے فرمایا خدائے تعالی نے کہ "قل" یعنی کہہ: "ھو اللہ" یعنی یہ وہی اللہ ہے جسے تم بھی مانتے ہو، اللہ عربوں کے لیے کوئی اجنبی لفظ نہ تھا، قدیم زمانے میں وہ خالق کائنات کے لیے یہی لفظ استعمال کرتے آئے تھے اور اس کا اطلاق اپنے دوسرے معبودوں پر نہیں کرتے تھے، دوسرے معبودوں کے لیے ان کے یہاں لفظ "الہٰ" رائج تھا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دی گئی کہ ان کے اس سوال کے جواب میں "قل ھو اللہ" کہو وہ اللہ ہے، یعنی تمہارا "الہٰ" نہیں، لفظ "قل" اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جب وہ یعنی مشرکین بار بار یہی سوال کرتے ہیں، تو ان سے کہو کہ وہ "اللہ" ہے یعنی

وہی جسے تم خود "اللہ" مانتے ہو مگر الہ کی تردید میں اس کے بعد ہی سورۃ الاخلاص کی اس پہلی ہی آیت میں "احد" (یکتا) کا اضافہ کر دیا گیا، یعنی وہ اپنی ذات وصفات میں یکتا واکیلا ہے، تا کہ وہ پھر اللہ کے ساتھ "الہ" کی بات نہ لائیں اوراس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اسی لیے کلمۂ طیبہ میں "الا اللہ" کے قبل "لا الہ" لایا گیا ہے، یعنی سوائے اللہ کے کوئی اور معبود نہیں۔

اس بات کا ثبوت کہ مشرکین مکہ "اللہ" کے قائل تھے، اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے کہ جب ابرہہ نے جو حبش کی عیسائی سلطنت میں یمن کا گورنر تھا اور رفتہ رفتہ یمن کا خود مختار بن بیٹھا تھا، ۵۷۰ء یا ۵۷۱ء میں خانۂ کعبہ کو ڈھانے کے لیے مکہ پر حملہ کیا، تو باوجود اس کے کہ خانۂ کعبہ میں ۳۶۰ "الہ" موجود تھے مگر مشرکین نے ان سب کو چھوڑ کر صرف "اللہ" سے اس کی حفاظت کی دعائیں مانگی تھیں، جس کی تفصیل سورۃ الفیل کی تفسیر میں ملتی ہے۔

زیر تجزیہ شعر میں "میر سپہ" سے اقبال کی مراد مسلم رہنما، ملا، خانقاہوں کے پیر، مکتبوں کے مدرس، مصلح قوم اور ہر وہ شخص ہے جو "میر سپہ" بنا بیٹھا ہے، اقبال ان سب کو اپنے طنز کا نشانہ بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم "میر سپہ" یعنی قوم کے سپہ سالار بن کر حق وباطل کی جنگ تو لڑنے چلے ہو مگر تمہارے آلات حرب میں وہ شمشیر نہیں جس پر "قل ہواللہ" لکھا ہو، فتح ونصرت کے لیے تمہارا سارا بھروسہ تو اللہ تعالی پر ہونا چاہئے تھا نہ کہ صرف جنگی ساز وسامان پر، جہاد فی سبیل اللہ میں ایمان تو یہ ہونا چاہئے (جو تم میں نہیں) کہ:

"اے نبی" کہو میری نماز اور میرے تمام مراسم عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ رب العالمین کے لیے ہے" (الانعام ۱۶۲)

"قل ہواللہ" کی شمشیر سے اقبال یہ نکتہ ذہن نشیں کراتے ہیں کہ جب یہ نیام میں آ جاتی ہے، یعنی جب یہ کلمہ طیبہ دل میں گھر کرتا ہے تو حق وباطل کے کارزار میں ایک سپاہی یا میر سپہ میں یہ کلمہ کیا سرور پیدا کرتا ہے، ایک حدیث میں اس طرح مروی ہے کہ فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ: "ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم کا میر سپہ بنا کر بھیجا مگر وہ پورے سفر پر نماز کی قرأت "قل ہواللہ احد" پر ختم کرتے تھے، جب وہ واپس آئے تو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ ایسا کیوں کرتے تھے، رسول اللہؐ نے فرمایا کہ: "ان ہی سے پوچھو" جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ: میں ایسا اس لیے کرتا ہوں چونکہ اس میں خدائے ذوالجلال کی صفات مضمر ہیں جو ہمیں بہت محبوب ہیں" حضورؐ نے جب یہ بات سنی تو لوگوں سے فرمایا: "ان کو خبر دے دو کہ اللہ تعالی انہیں محبوب رکھتا ہے"۔

(۴) ہواللہ احد:

"ہواللہ احد" کی تلمیح سے اقبال کے کلام میں صرف ایک ہی درج ذیل شعر "بانگ درا" کی نظم "شکوہ" کے دسویں بند میں ہے۔

کون سی قوم فقط تیری طلبگار ہوئی؟ اور تیرے لیے زحمت کش پیکار ہوئی؟
کس کی شمشیر، جہانگیر جہاندار ہوئی؟ کس کی تکبیر سے دنیا تیری بیدار ہوئی؟
کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے؟
منہ کے بل گر کے ہواللہ احد کہتے تھے

☆☆☆☆ ☆☆☆☆☆

ماں کی عظمت

۱- ماں کے بغیر گھر قبرستان کی طرح لگتا ہے (اورنگ زیب)
۲- سخت سے سخت دل کو پرنم ماں کی آنکھوں سے موم کیا جاسکتا ہے۔ (علامہ اقبال)
۳- دنیا کی حسین شے ماں صرف ماں ہے (محمد علی جوہر)
۴- ماں کی محبت حقیقت کی آئینہ دار ہے۔ (الطاف حسین حالی)
۵- ماں اور پھول میں مجھے کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ (نادر شاہ)
۶- مال کی ہمدردی کی توقع رکھنے کے بجائے ماں کا ہمدرد ہونا چاہئے (ارسطو)
۷- اگر مجھے میری ماں سے جدا کر دیا جائے تو میں پاگل ہو جاؤں گا۔ (حکیم لقمان)

پیش کش: قاری محمد مشفق قاسمی ارریاوی

تجزیہ

نماز بھی قربانی چاہتی ہے

پروفیسر بدر الدین الحافظ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

عیدالاضحیٰ میں جانور کی قربانی کا عمل اہل ثروت کے لیے زیادہ آسان ہے، کیونکہ اس میں تو لذت دین اور پر لطف شکم سیری کا سامان بھی فراہم ہوتا ہے، اس کے مقابلہ میں زندگی بھر سردی گرمی برسات سفر اور حضر میں پنج وقتہ نماز کا عمل زیادہ مشکل ہے؛ کیونکہ یہ تو سن بلوغ سے لے کر مرتے دم تک ہر حال میں کھڑے ہو کر بیٹھ کر اور بدرجہ مجبوری علالت کی حالت میں لیٹ کر بھی ادا کرنا لازمی ہے، سوائے شرعی مجبوری کے اس سے رخصت نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ نماز تو مسلسل زندگی بھر قربانی چاہتی ہے، جذبات کی قربانی، وضو کے لیے ہر طرح کا سرد گرم پانی استعمال کرنے کی قربانی. T.V میں دلچسپ من پسند پروگرام آرہا ہو، ایک لمحہ کے لیے آنکھیں پھیرنے کو دل نہ چاہے، کھانے پینے کو بھی اس مزہ کے لیے موٴخر کر دیا جائے گا، مگر اذان کی آواز آتے ہی اللہ کی پکار سنتے ہی اپنی خواہش کا خون کر دینے کی قربانی، یہ سب کچھ آدمی برداشت کرتا ہے، کیونکہ رضاء الٰہی اور اطاعت خداوندی کے آگے سر تسلیم خم کر دینا ہی حقیقی بندگی کی شان ہے، صحابہ کرام کے حالات میں آتا ہے، کہ وہ لوگ اپنے گھروں میں اہل وعیال میں مشغول ہوتے مگر جونہی اذان کی آواز آتی بال بچوں سے اس طرح منہ پھیر لیتے جیسے ان جگر گوشوں سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، اسی لیے انہیں یہ مرتبہ حاصل ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ستارے قرار دیئے گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم" میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

اس کے بعد ہم نماز کے اندر داخل ہوتے ہیں اور تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرتے ہیں، تو پھر اپنے نفس، ظاہری شان وشوکت، لاکھوں کروڑوں کی ملکیت کا غرور، دنیاوی جاہ وجلال، عزت ومرتبہ کو حقیقی خالق ومالک کے سامنے سرنگوں کرنے کی قربانی دینے کے لیے خود کو آمادہ کرتے ہیں اور اگر یہ جذبہ پیدا نہ ہو تو نماز کے خشوع وخضوع کا حق ادا نہیں ہوتا۔

یہاں تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کا پر جلال کلمہ زبان سے ادا ہوتے ہی بڑے بڑے ظالم حکمراں، دیو پیکر انسان اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کی شہادت دیتا ہے، تو اس کی اپنی ساری عظمت وشوکت ہیچ ہو جاتی ہے، دولت وسطوت کا بلند قامت مینار ڈھیر نظر آتا ہے، خود اپنا وجود، اپنی خود ستائی، خود نمائی اور فخر ومباہات کا دیو پیکر بے جان ہو کر رہ جاتا ہے، کیا یہ ذاتی نخوت وغرور کی قربانی نہیں ہے۔

اس کے بعد نماز کی دیگر دعائیں اور مخصوص عبادتیں بھی ہم سے ایسے ہی مطالبے کرتی نظر آتی ہیں، جن کے قبول کرنے میں نفسانی خواہشات کی قربانی درکار ہوتی ہے۔

سب سے پہلے ثنا پڑھتے ہوئے تصور کیجئے: اے اللہ اپنی تعریفوں کے ساتھ تو پاک، تیرا نام بابرکت، تیرا رتبہ بلند وبرتر، پھر تیرے علاوہ اور ہے کون؟ تو ہی ایک معبود حقیقی ہے، اس کے مقابلہ میں تو ہم کچھ نہیں، نہ ہماری دنیاوی جاہ وحشمت کی کوئی حیثیت ہے اور ہمیں چند روزہ حیات بے ثبات میں جو کمزور ناتواں دوسروں کے سہاروں پر منحصر مرتبے حاصل ہوئے ہیں، وہ سب آن کی آن میں فنا ہونے والے ہیں۔

تیرا عظیم الشان مرتبہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا؛ کیونکہ تیرے

علاوہ اس کارگاہ ہستی میں کوئی معبود ہے ہی نہیں، یہ ہے اپنے فانی وجود کی قربانی کا کھلا اعلان۔

اس کے بعد حمد کے لفظ سے سورۂ فاتحہ کا آغاز ہوتا ہے، جو شکر وتعریف کا جامع کلمہ ہے، جس کے ذریعہ ایک وفاشعار اور محسن شناس بندہ اپنی دعاومناجات کو شروع کرتا ہے، پھر نمازی محسوس کرتا ہے، کہ جس رب کی حمد وثنا بیان کر رہا ہے اور جس کی عبادت میں مشغول ہے وہ کون ہے، وہ صرف کسی قبیلہ اور قوم، کسی خاندان اور برادری، کسی ملک ووطن کا رب نہیں، کسی ایک سماج کا رب نہیں، وہ تو رب العالمین ہے، گویا ہم چاہے اپنے زعم باطل میں خود کو اپنے خاندان کا پرورش کرنے والا، اپنی برادری، شہر یا وطن کا پالنہار سمجھتے ہوں، ہماری عظمت وبڑائی کے دعوے اس کے سامنے درماندہ اور پست ہیں۔

پھر اسی سورۂ فاتحہ میں ''ایاك نعبد وایاك نستعین'' آتا ہے، اس پر غور کیجئے، تو نمازی اس کو پڑھتے ہوئے اپنی ناچیز ہستی کا بھرپور اقرار کرتے ہوئے اللہ بزرگ وبرتر کی کلی طور پر بالادستی کو قبول کرتا ہے، کیونکہ جب تک اسے یقین نہ ہو کہ کوئی ہستی اس کی حاجتیں پوری کرسکتی ہے، خطرات ومصائب میں اسے پناہ دے سکتی ہے، اضطراب وانتشار کی حالت میں اسے سکون بخش سکتی ہے، وہ کسی کے آگے جھکنے کے لیے نہ تیار ہوتا ہے، نہ عبادت کا تصور اس کے دل میں گزرتا ہے، نہ مدد چاہنے کا خیال آسکتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہئے کہ انسان کسی کو اپنا حاجت روا سمجھے یہ اس تصور کے ساتھ لازم وملزوم ہے کہ وہ اسی ہستی کو اپنے سے بالاتر سمجھے اور رتبے کے لحاظ سے اسکی برتری، بالادستی اور اس کے زور طاقت کا قائل ہو، اس موقع پر بھی انسان کی اپنی انا کو زبردست ٹھیس پہنچتی ہے اور اپنی شخصیت قربان ہوتی نظر آتی ہے۔

اس کے بعد یہی حقیقت رکوع اور سجدہ کے کلمات میں بھی پوشیدہ ہے، جب نمازی کہتا ہے ''سبحان ربی العظیم۔ سبحان ربی الاعلیٰ'' میرا رب ہی پاک اور عظیم تر ہے۔ میرا رب ہی پاک اعلی وارفع ہے، میں کچھ نہیں میرے وجود کی کوئی حقیقت نہیں، سب فنا ہونے والا ہے، باقی رہنے والی وہی خدا کی ذات ہے۔

اس کے بعد نمازی اپنے جسم کے اعلی عضو سر کو اور پیشانی کو خدا کے حضور خاک آلود کرتا ہے، وہی سر جو انا کے سہارے کبھی کسی کے سامنے جھکنے کے لیے تیار نہیں ہوتا وہ خدائے وحدہ لاشریک کے حضور عبودیت وتذلل کے غایت درجہ اظہار کی خاطر سجدہ میں گر جاتا ہے؛ کیونکہ سجدہ ہی پوری نماز میں خدا کے قرب کی سب سے آخری شکل ہے اور خدا کو سب سے زیادہ محبوب وپسندیدہ ہے، اسی لیے نمازی اس قیمتی موقع کو غنیمت جانتا ہے اور اپنا کلیجہ نکال کر اللہ کے سامنے رکھ دیتا ہے، پھر اس کیفیت میں چاہے اس کی خودی فنا ہو رہی ہو مگر قرب خدا حاصل ہوتا ہے، رب ذوالجلال کی بندگی اور محبوبیت کے طفیل اسے دنیاوی جاہ وجلال اور قوت وسلطنت والے نام نہاد خداؤں کی بندگی اور غلامی سے نجات ملتی ہے، نفرت ہو جاتی ہے، نماز کی سجدہ ریزی انسانی کا رخ تبدیل کر دیتی ہے اس کو ایک نیا ذوق، نئی طلب اور نیا ذہن عطا کرتی ہے وہ اس کو حقیر کاموں سے نکال کر بلند کاموں کی طرف لے جاتی ہے اور معاشرہ کا بہترین انسان بناتی ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

☆☆☆☆☆☆☆

مدرسے کا مقصد

میں کسی بھی مدرسہ کی یہ تعریف ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں کہ جہاں ایسی زبان سکھائی جاتی ہے، جس کی بدولت عربی کتابیں پڑھی جاسکیں اور اس سے دوسرے دنیاوی فائدے اٹھائے جاسکیں، عربی مدرسہ کی ہرگز ہرگز یہ تعریف نہیں؛ بلکہ وہ تو وہ جگہ ہے جہاں طالب علم کے درمیان -جیسا کہ میں نے پہلے کہا- اور خدا کے درمیان ایک بلا واسطہ کی کڑی ہے، جس کا ایک سرا ادھر ہے اور دوسرا اللہ کے قبضہ میں ہے۔

(پاجا سراغ زندگی صفحہ ۲۸)

مکتوبات

مکتوبات مفکر اسلام ایک نیاز مند کے نام

محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی مولانا علی میاں صاحب کے نام سے جامعہ بیت العلوم پہلی مزرعہ کی طالب علمی کے زمانہ میں غالباً ۹۰ء کے بعد ہی سنا تھا، لیکن اس وقت زیادہ معلومات اور حضرت کی شخصیت کا کچھ اندازنہیں تھا، اور اتنا زیادہ شعور بھی نہ تھا، البتہ رائے پور مدرسہ فیض ہدایت رحیمی میں جب شوال ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء میں داخلہ لیا اور وہاں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے خلیفہ وخادم خاص حضرت الحاج شاہ حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنے کا موقع نصیب ہوا، تو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا علی میاں لکھنؤ میں ندوۃ العلماء کے ناظم ہیں اور حضرت رائے پوری کے خلیفہ ہیں اور ایک بزرگ ہیں، چونکہ رائے پور میں آنے کے بعد بزرگوں کے حالات معلوم کرنے سے دلچسپی ہوگئی تھی اور اللہ والوں سے رابطہ، ان سے ملاقات اور ان سے خط وکتابت کا بھی ذوق ہوگیا تھا اور رائے پور کا ماحول، وہاں کی روحانی فضا، وہاں کی آب وہوا کی تاثیر عملی زندگی کے لیے مہمیز کا کام کرنے لگی، اور ہندوستان کے جتنے بزرگوں کا علم ہوتا گیا، عقیدت میں نیاز مندانہ، دعاؤں کے لئے خطوط لکھنے شروع کردئے اور سب کو جوابی کارڈ لکھے، سبھوں کے جواب آئے، یہاں سب سے پہلے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خطوط کے جو جوابات اس نامہ سیاہ کے نام آئے ان کو تحریر کیا جاتا ہے، کہ جیسے بزرگوں کے تذکرے، ان کی تصنیفات وملفوظات اور ان کے واقعات وحالات، انسانی زندگی میں مؤثر ثابت ہوتے ہیں اور جن سے ایک نئی روح، نیا جذبۂ عمل وشوق پیدا ہوتا ہے، اسی طرح ان کے مکتوبات اور خطوط بھی بابرکت ہوتے ہیں اور ان سے قاری کو روحانی غذا ملتی ہے، قلبی سکون وراحت نصیب ہوتی ہے، سب سے پہلے حضرت کو اپنا تعارفی خط تحریر کیا، جس میں رائے پور میں عربی دوم میں داخلہ کی اطلاع دی اور زیر درس کتابیں تحریر کیں اور پھر دعاؤں کی درخواست کے ساتھ حضرت سے نصیحت طلب کی، جس کا جواب مندرجہ ذیل آیا:

۱- ۷/محرم الحرام ۱۴۱۳ھ لکھنؤ

عزیز گرامی سلمہ اللہ تعالی

آں عزیز کا خط ملا مسرت ہوئی، درسی استعداد کی طرف توجہ کریں، صرف ونحو کی خامی کو دور کرنے کی طرف دھیان دیں، سیرت نبویؐ اور صحابہ کرام کی سیرت سے متعلق کتابیں مطالعہ میں رکھیں، نماز اور دعاؤں کا اہتمام، اپنے اساتذہ کی اطاعت اور ان کا احترام، اللہ تعالی مدد فرمائے گا اور مشکلات دور ہوں گی۔ والسلام دعا گو

ابوالحسن علی ندوی

اس کے بعد حضرت کی خدمت اقدس میں دوسرا عریضہ تحریر کیا، اس میں حضرت سے اپنی محبت وتعلق اور عقیدت کے جذبات کے ساتھ لکھا کہ حضرت کوئی نصیحت فرمادیں اور دعا کی درخواست کی، اس کا جواب حضرت کی طرف سے یہ آیا:

۲- ۱۳/مئی ۱۹۹۲ء لکھنؤ

عزیزی سلمہ اللہ تعالی......دعائیں سلام مسنون!

آں عزیز کا خط ملا، آپ کے احساسات اور محبت وخلوص کے

جذبات معلوم کرکے مسرت ہوئی، اللہ تعالی آپ کو تمام نیک مقاصد میں کامیاب کرے، محنت سے تعلیم حاصل کریں، نماز اور دعاؤں کا اہتمام کریں، مطالعہ کرکے درجہ میں جایا کریں، نیت یہ رکھیں کہ دین کا علم اللہ اور اس کے رسول کو راضی کرنے اور دوسروں تک دین کا پیغام پہنچانے کے لیے حاصل کررہے ہیں، اپنے اساتذہ کا احترام اور ان کی اطاعت کریں۔ والسلام...... دعا گو

ابوالحسن علی ندوی بقلم نذر

یہ دوخطوط آنے کے بعد حضرت کی زیارت وملاقات کا شوق غالب ہوا، اس خواہش کے اظہار میں حضرت کو پھر ایک جوابی خط تحریر کیا، ڈاک کی خرابی کی وجہ سے وہ شاید حضرت کو ملا نہیں، جس کی وجہ سے حضرت کی طرف سے جواب نہ آیا، لیکن دوبارہ خط لکھا اور اس خط کا ذکر کرنے کے بعد اجازت چاہی کہ حضرت شعبان کی سالانہ چھٹی میں لکھنؤ آپ سے ملاقات کے لیے آنے کا ارادہ ہے، جس کا جواب یہ آیا:

۳- باسمہ تعالی

۳/ جمادی الثانی

عزیز ومکرم............السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ۲۷/ جمادی الاول کا خط ملا، رائے پور کا پتہ دیکھ کر مسرت وسعادت حاصل ہوئی، آپ کے لیے دعا ہے کہ اللہ تعالی آپ کو عالم باعمل اور دین کا داعی اور نمونہ بنائے، اس سے پہلے کوئی جوابی خط یاد نہیں، شعبان میں آپ آسکتے ہیں، پہلے سے مقام معلوم کرلیں تو اچھا ہے۔ والسلام دعا گو

ابوالحسن علی ندوی بلال

رائے پور میں طالب علمی کا میرا دوسرا سال تھا، کافیہ عربی سوم میں پڑھ رہا تھا، اور چھٹی کے وقت میں اپنے شیخ حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری خلیفہ حضرت رائے پوری کی خدمت میں رہتا تھا اور حضرت حافظ صاحب کو پانچوں وقت کی نمازیں پڑھایا کرتا تھا، چونکہ وہ ایک عرصہ سے معذوری کی بناء پر۔ مسجد میں سوائے جمعہ کی نماز کے نہیں جاتے تھے۔ اپنی قیام گاہ پر ہی نماز ادا کرتے تھے، آنے والے زائرین ومہمانوں کو مسجد میں بھیج دیا کرتے تھے اور چند خدام کے ساتھ حضرت نماز پڑھتے تھے، امامت اللہ تعالی نے میرے لیے مقدر کر رکھی تھی، اس پر بعض لوگ اعتراض کرتے تھے، جو حضرت حافظ صاحب کی شخصیت کے گویا قائل یا معترف نہیں تھے، میں نے یہ بات حضرت مفکر اسلام کی خدمت میں تحریر کی اور اس سلسلہ میں معلوم کرنا چاہا، دوسرے مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور میں تمام اضلاع اور صوبوں کے طلبہ کی مختلف انجمنیں قائم تھیں، طلبہ یوپی کی کوئی انجمن نہیں تھی، تو احقر نے اپنے بعض احباب کو لے کر طلبہ یوپی کی ایک انجمن شوال ۱۴۱۳ھ میں قائم کی، جس کا نام ''انجمن تنظیم البیان'' طلبہ یوپی رکھا اور اس کی تقریری سرگرمیاں شروع کردی، اس کی اطلاع بھی حضرت مفکر اسلام کو دی اور دعا کی درخواست کی۔ اور اپنے شعبان میں لکھنؤ نہ پہنچنے کے بارے میں تحریر کیا، نیز آئندہ موقع ملنے پر لکھنؤ کے سفر کے لیے لکھا، اس پر حضرت کا یہ مکتوب شرف صدور ہوا:

۴- ۲۰/ ذی قعدہ ۱۴۱۳ھ لکھنؤ

محبی مکرمی..................زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ ملا، تعارف ویاد آوری سے مسرت ہوئی، حاضری ہوئی تو انشاء اللہ ملاقات ہوگی، حافظ صاحب مدظلہ اپنی سہولت اور کمزوری کی بنا پر آپ کو اپنے ساتھ نماز کے لیے ہدایت فرماتے ہیں تو کوئی حرج نہیں، حضرت (شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری) کے زمانے میں بھی ایسا ہوتا تھا، جب سہولت ہو اور اس بات کا یقین ہو کہ میں یہاں یا رائے بریلی میں ہوں تو آپ آسکتے ہیں، اللہ تعالی طلبائے یوپی کی انجمن کو بھی کامیاب اور مفید بنائے، ہمیں بھی دعا میں یاد کرلیا کریں۔ والسلام

مخلص ابوالحسن علی ندوی

اس کے بعد ۱۶/ ذی الحجہ ۱۴۱۳ھ م ۷/ جون ۱۹۹۳ء کو میرے بڑے بھائی اور بڑی بہن کی شادی تھی، اس کی حضرت کو اطلاع دی اور یہ دعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالی شادی کی تقریب بخیر وعافیت اور سنت

کے مطابق انجام پائے اوراس میں برکت ہو، نیز طلبہ یوپی کی انجمن کی اچھی کارکردگی بھی تحریر کی تھی اوراس سلسلہ میں بھی دعا کی درخواست کی تھی، اس پر حضرت کا محبت نامہ آیا:

۵- باسمہٖ تعالیٰ

عزیزی مکرم وفقہ اللہ............السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا کارڈ مورخہ یکم ذی الحجہ کو ملا تھا، جواب میں تاخیر ہوئی، معاف کریں، امید ہے کہ اس خط کے پہونچنے تک تقریب سے فرصت ہوگئی ہوگی، یا تقریب کا زمانہ ہوگا، اللہ تعالی بھائی اور بہن دونوں کی تقریبات سنت کے مطابق اورکامیابی کے ساتھ انجام کو پہنچائے اور بربرکت عطا فرمائے۔ اس سے خوشی ہوئی کہ طلباء کی انجمن اچھی طرح چل رہی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو مکمل عالم وعامل بنائے، ہمارے لیے بھی دعا کیجئے۔ والسلام

دعا گو ابوالحسن علی ندوی

بقلم خورشید انور ندوی

۲۳/ذی الحجہ کو پھر حضرت کی خدمت میں خط لکھا اوراپنے طبعی تقاضے کے پیش نظر، جس سے طبیعت میں باربار تقاضہ ہورہا تھا، کہ حضرت سے جاکر ملاقات کرلی جائے، ۲۶/جون ۱۹۹۳ء کو لکھنو کا پروگرام بنایا، اوراس کی اطلاع حضرت کو دی، اورساتھ ہی اپنی کامیابی وترقی کی دعاؤں کی درخواست بھی کی، حضرت نے اس پر تحریر فرمایا:

۶- باسمہٖ تعالیٰ رائے بریلی ۲۱/جون

محبّ عزیز............السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا کارڈ مورخہ ۲۳/ذی الحجہ (۱۵/جون) انہیں دنوں ملا، آپ جب بھی آئیں اورملیں خوشی ہوگی، لیکن اطلاعاً عرض ہے کہ ۲۷/جون کو پٹنہ کا سفر درپیش ہے، انشاء اللہ ۳/۴/دن کے بعد واپسی ہوجائے گی اس لیے آپ ۲۶/جون کو تکلیف نہ کریں، جولائی میں کسی وقت آسکتے ہیں، پھر بھی پہلے اطمینان کرلیں کہ ہمارا کوئی سفر تونہیں ہے، باقی آپ کی کامیابی اورترقی کے لیے دعا ہے۔ والسلام

ابوالحسن علی ندوی

حضرت مولانا سے ابھی تک غائبانہ محبت وعقیدت تھی اورحضرت کی خاص عظمت ذہن میں تھی، اتفاق سے گھر پر والد صاحب کے کاغذات میں سے حضرت مولانا کی کتاب ''جب ایمان کی بہار آئی'' جواب ''جب ایمان کی باد بہاری چلی'' کے نام سے شائع ہوچکی ہے، ملی، یہ حضرت مولانا کی مجھے پہلی تحریر یا کتاب ملی، اس لیے اس کو بہت غور اوردلچسپی سے پڑھا، اس میں حضرت سید احمد شہیدؒ اور آپ کے مجاہد رفقاء کے ایمان افروز حالات ہیں، اس کو پڑھ کر طالب علمانہ چند سوالات ذہن میں آئے، ایک تو یہ کہ ''دائرہ شاہ علم اللہ'' کیا ہے، دوسرے سید صاحب، مجاہدین ومریدین کی ایک کثیر تعداد کے ساتھ جو سفر میں ساتھ رہتے، ان کے نان نفقہ کا کیا انتظام تھا، تیسرے وہ جنگ کیسے لڑتے تھے، چوتھے ان کے مزید حالات کا کیسے علم ہوگا، یہ سوالات حضرت مولانا کی خدمت میں تحریر کردئے، اتفاق سے حضرت مولانا ایک طویل بیرونی سفر پر جاچکے تھے، اس لیے حضرت کے معتمد مولانا نذرالحفیظ ندوی ازہری نے اس خط کا جواب دیا، اس کو حضرت ہی کا خط سمجھ کر نقل کیا جاتا ہے۔

۷- ۷۸۶

۱۳/۸/۱۹۹۳ء لکھنؤ

مکرمی زید لطفکم............السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے نام ایسے وقت موصول ہوا جب کہ موصوف ایک طویل بیرونی سفر پر روانہ ہوچکے تھے۔

۱- دائرہ شاہ علم اللہ اس چھوٹی بستی کا نام ہے، جو سید صاحب کے جد امجد حضرت شاہ علم اللہ کے نام پر بسی ہے، انہوں نے ہی اس کو آباد کیا تھا، بستی ندی کے کنارے پر ہے، اس میں مسجد اور چند مکانات سادات کرام کے ہیں۔

۲- کھانے خرچے کا نفقہ انہی کے ذمہ تھا۔

۳- ہرزمانہ میں جنگ حالات کے تقاضوں کے مطابق لڑی جاتی ہے۔

۴- آپ سیرت سید احمد شہید اور تذکرہ علم اللہ کا مطالعہ کریں۔ والسلام

نذر

۱۳؍ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ کو پھر حضرت کی خدمت میں ایک خط تحریر کیا اور لکھنؤ حاضری کی اجازت چاہی، حضرت مولانا نے اپنے پروگرام کے متعلق تحریر کیا اور نومبر میں اپنے لکھنؤ یا رائے بریلی کے قیام کے متعلق تحریر کیا، چنانچہ احقر لکھنؤ پہونچا، حضرت مولانا سفر سے واپس آئے تو ملاقات ہوئی، تعارف ہوا، فوراً حضرت حافظ عبدالرشید صاحب کے متعلق دریافت فرمایا کہ ان کے تو دعوتی سفر ہوتے رہتے ہوں گے، نیز وہ تو ذکر واذکار میں بھی مشغول رہتے ہوں گے، ہمارے سے تو کچھ ہوتا نہیں، یہ حضرت مولانا سے ۸؍خطوط کے جوابات کے بعد پہلی ملاقات تھی، طبیعت خوش ہوگئی، نیز اس سفر میں ہردوئی میں حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب سے ملاقات واستفادہ کیا اور اسی سفر میں باندہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت قاری صاحب نے خاص شفقت فرمائی، اپنے درس میں بٹھایا، واپسی میں مدرسہ شاہی مرادآباد میں حضرت مولانا سید رشید الدین صاحب مہتمم مدرسہ شاہی سے ملاقات کے لیے ٹھہرا، مگر حضرت مولانا کسی سفر پر تھے، ملاقات نہ ہوسکی، حضرت مفکر اسلام نے جو خط تحریر کیا تھا وہ مندرجہ ذیل ہے۔

۸- باسمہٖ تعالی

۱۸؍۴؍۱۴۱۴ھ لکھنؤ

مجی ومکرمی ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا محبت نامہ مورخہ ۱۳؍ربیع الثانی کو ملا، خوشی ہوئی، آپ سکون سے آسکتے ہیں؛ لیکن ٹیلیفون یا خط سے یہ اطمینان کرلیں کہ ہم موجود ہیں، ایک اندرون ملک اور ایک بیرون ملک کا سفر درپیش ہے، نومبر میں امید ہے کہ لکھنؤ یا رائے بریلی میں رہنا ہوگا، انشاء اللہ تعالی۔

والسلام

۶؍اکتوبر ۹۳ء دعا گو ابوالحسن علی ندوی

لکھنؤ سے واپسی کے کچھ روز بعد معلوم ہوا کہ حضرت مولانا دہلی تشریف لارہے ہیں اور شاید رائے پور بھی تشریف لائیں گے، مگر حضرت دہلی سے سیدھے لکھنؤ واپس ہوگئے، اس پر حضرت کو خط لکھا، اور اپنی محرومی اور حضرت کی رائے پور حاضری نہ ہونے پر افسوس کا اظہار کیا، دوسرے حضرت مولانا سے ایک اہم مسئلہ بھی دریافت کیا تھا، نیز دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخلہ کے متعلق بھی لکھا تھا، چونکہ اس سے ایک سال قبل اپنے شیخ ومرشد حضرت الحاج شاہ عبدالرشید صاحب رائے پوری سے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ کے متعلق اجازت چاہی تھی اس وقت میں عربی دوم رائے پور میں پڑھ چکا تھا، تو حضرت حافظ صاحب نے اجازت نہیں دی تھی، آئندہ سال پھر جب میں نے عربی سوم (کافیہ) رائے پور میں پڑھ لی اور ندوہ کا ماحول دیکھ چکا تھا، وہاں کی دینی، علمی اور روحانی فضاء سے متأثر تھا، تو حضرت حافظ صاحب سے لکھنؤ ندوہ میں داخلہ کی خواہش کا اظہار کیا، حضرت حافظ صاحب نے اجازت دی اور فرمایا کہ ٹھیک ہے میں علی میاں کو خط لکھتا ہوں، چنانچہ اس خط کے ساتھ میں نے حضرت مفکر اسلام کو خط تحریر کیا جس کا مندرجہ ذیل جواب آیا:

۹- باسمہٖ تعالی

۱۹؍۷؍۱۴۱۴ھ مطابق ۲؍جنوری ۱۹۹۴ء لکھنؤ

محبّ عزیز ومکرم زادہ اللہ توفیقاً .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ مورخہ ۱۰؍رجب ملا، ایک سفر کی وجہ سے جواب میں قدرے تاخیر ہوئی۔

مجھے بڑی ندامت ہے کہ میں جب ۶؍۷؍دسمبر کو دہلی گیا تھا تو رائے پور حاضر نہ ہوسکا، دہلی پہنچ کر اس کا احساس ہوا کہ کچھ حرارت رہتی ہے اور صحت بہت کمزور چل رہی ہے جس مقصد کے لیے دہلی گیا، اس کے بھی بعض اہم جلسوں میں شریک نہ ہوسکا، دو ہی دن رہ کر لکھنؤ چلا آیا، اگر تنہا رائے پور ہی کی حاضری ہوتی تو شاید ہمت کرجاتا، لیکن ضلع مظفرنگر اور قریب کے مقامات کے کئی مدرسہ اور دعوتی مراکز ہمیں دعوت دے رہے تھے اور وہ کسی طرح معاف نہ کرتے اس کی ہمت نہ تھی، سردی کم ہوجائے تو انشاء اللہ رائے پور حاضری دی جائے گی، باقی

جو مسئلہ آپ نے پوچھا ہے وہ دارالعلوم دیوبند یا مظاہر العلوم کے مفتی صاحبان سے رجوع کیا جائے، اس وقت تفصیل سے لکھنا مشکل ہے۔

جہاں تک دارالعلوم ندوۃ العلماء سے استفادہ کا تعلق ہے تو اگر آئندہ سال آپ کچھ ادب اور عربی زبان کی صلاحیت بڑھانے اور مطالعہ کے وسیع کرنے کے لیے دارالعلوم (ندوۃ العلماء) میں آجائیں تو انشاء اللہ مفید ہوگا، ہر طرح کا تعاون کیا جائے گا، باقی باتیں پھر زبانی ہو جائیں گی۔ والسلام دعا گو

ابوالحسن علی ندوی

اس خط کے آنے کے بعد بہت خوشی ہوئی اور یہ طے کر لیا کہ انشاء اللہ عید کے بعد ندوۃ العلماء لکھنؤ پہنچنا ہے، حضرت حافظ صاحب کو اس کی اطلاع دیدی، حضرت حافظ صاحب کے مشورے سے شعبان کے اخیر میں کلیر میں حضرت صابر صاحبؒ کے مزار پر جانے کا تقاضہ ہوا، تاکہ وہاں حاضری دی جائے اور ایصال ثواب کیا جائے، چنانچہ پروگرام یہ طے ہوا کہ روڑکی پہنچ کر حضرت حافظ صاحب کے ایک معتقد مرید جناب الحاج نور محمد صاحب جن کو ہم لوگ تحصیلدار کہتے تھے، وہ تحصیل روڑکی میں قانون گو کے عہدے پر رہ چکے تھے، اب ریٹائرڈ ہونے کے بعد بزرگوں کی خدمت میں رہنے اور ان سے استفادہ کرنے کا شوق ہو گیا تھا، اس لیے یہ طے ہوا کہ رات میں نور محمد صاحب کے یہاں قیام کیا جائے اور صبح کو ان کے ساتھ کلیر شریف میں حضرت پیران پیر کلیر صابر صاحبؒ کے مزار پر حاضری دی جائے، نور محمد صاحب چونکہ وہاں سے اچھی طرح واقف تھے، اس لیے ان کا انتخاب ہوا، رات میں ان کے یہاں ایک خواب دیکھا اور صبح کلیر شریف حاضری ہوئی، واپس آنے کے بعد حضرت مفکر اسلام کو ایک جوابی خط لکھا، جوابی کارڈ پر حضرت حافظ صاحب کے پوتے منشی عتیق احمد کا نام لکھ دیا تھا، تاکہ ان کی معرفت خط مجھ کو مل جائے، خط میں کلیر کے سفر اور اپنا خواب تحریر کیا، نیز شوال میں لکھنؤ آنے کے متعلق بھی لکھا، جس پر حضرت کا یہ جواب آیا:

۱۰- رائے بریلی ۲ر رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ

محبی وفقہ اللہ تعالی............السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک جوابی کارڈ ملا جو محمد مسعود مظفری کی طرف سے ہے، لیکن جوابی کارڈ میں دوسرا نام لکھا ہوا ہے، خط میں ایک طویل خواب لکھا ہے، وہ کوئی پریشان کن نہیں، آپ نے عید کے بعد شوال کے پہلے ہفتہ میں آنے کو لکھا ہے، آپ ٹیلیفون سے یا خط سے معلوم کر لیجئے گا کہ ہم لکھنؤ میں موجود ہیں یا نہیں؛ ممکن ہے عید کے بعد ہم مارچ کے مہینہ میں خود رائے پور کی طرف آئیں۔ والسلام دعا گو

۱۴ر فروری ۱۹۹۴ء ابوالحسن علی ندوی

اس خط کے بعد پھر ایک خط رائے پور سے جب کہ احقر رمضان شریف میں حضرت حافظ صاحب کو تراویح میں قرآن شریف سنا رہا تھا، حضرت مفکر اسلام کو لکھا اور ایک خواب کے متعلق تحریر کیا، عید کے بعد اپنی لکھنؤ آمد کے متعلق اطلاع دی، جس پر حضرت کا یہ مختصر جواب آیا:

۱۱- باسمہ تعالی

رائے بریلی ۲۴/۹/۱۴۱۴ھ

عزیز مکرم............سلام مسنون!

آں عزیز کا خط ملا، حالات معلوم ہوئے، خواب سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، عید کے بعد معلوم کر لیں گے کہ ہم لکھنؤ میں موجود ہیں یا نہیں، اسی پر اکتفا کرتا ہو۔ والسلام دعا گو

ابوالحسن علی ندوی

بقلم نذر

اس کے بعد غالباً ۶ر یا ۷ر شوال ۱۴۱۴ھ کو احقر لکھنؤ پہنچا، حضرت مولانا نے اپنا خصوصی مہمان بنا کر مہمان خانہ میں رکھا، مجھ کو چونکہ عالیہ اولی یعنی عربی پنجم میں داخلہ لینا تھا اور ندوہ کے قانون کے مطابق یا تو عالیہ ثالثہ عربی ہفتم میں داخلہ ہوتا جو میرے معیار سے اونچا درجہ تھا، یا پھر ثانویہ ثالثہ عربی دوم میں جس میں میرے وقت کا ضیاع تھا،

اس لیے ایک دوروز کے بعد حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی سے حضرت مفکر اسلام نے مشورہ کیا، تو ندوہ کی شاخ مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور میں جانا طے ہوا، حضرت مولانا رائے پور تشریف لے گئے، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے مدرسہ ضیاء العلوم کے ذمہ داران کو خط لکھدیا کہ ان کا مطلوبہ درجہ میں داخلہ لیا جائے، چنانچہ میرا داخلہ حضرت کے وطن رائے بریلی میں عالیہ اولی میں ہوگیا، پھر حضرت کے وہاں کے قیام میں مجالس میں حاضری خصوصی استفادہ شروع ہوگیا، حضرت نے مدرسہ کے ذمہ دار مولانا شرافت صاحب کو خصوصی ہدایت کی کہ ان کا خیال رکھیں، انہوں نے ماشاء اللہ بہت خاص خیال رکھا، سبھی اساتذہ نے خصوصی شفقت فرمائی، وہاں کے ایک سال کے قیام سے بہت فائدہ ہوا، پھر عالیہ اولی کا سالانہ امتحان ندوہ میں دیا اور ندوہ میں داخلہ ہوگیا، ندوہ میں پانچ سال کی مدت میں عالمیت اور افتاء کا کورس کیا، ان پانچ سالوں میں حضرت کی خصوصی توجہ اور شفقت زیادہ اس وقت ہوئی جب شیخ ومرشد حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری (متوفی ۷/رمضان ۱۴۱۶ھ) کے انتقال کے بعد ۲۴/شوال ۱۴۱۶ھ نماز جمعہ سے قبل حضرت مفکر اسلام سے چار سلسلوں نیز حضرت سید احمد شہیدؒ کے سلسلہ میں بیعت ہوا، گویا ۱۱/خطوط کی تمہید اور رائے بریلی اور ندوہ کے ۲/سال بعد حضرت کی مکمل شفقت اس نامہ سیاہ پر ہوگئی، یہاں تک کہ بعض ایسے مواقع پر حضرت کی طرف سے بیٹھنے کی اجازت ہوتی، جب حضرت تنہا ہوتے یا کوئی خاص تحریر رقم کراتے اور یکسو ہوتے، اس وقت سب چلے جاتے مگر اس وقت احقر کو فرماتے کہ نہیں آپ سے کوئی حرج نہیں، تصنیف وتالیف کا دور شروع ہوگیا، تو حضرت نے احقر کی آٹھ کتابوں پر تفصیلی مقدمے تحریر فرمائے، تین عربی کتابوں پر اور پانچ اردو کتابوں پر، حضرت بعض مرتبہ طویل سفر سے واپس تشریف لاتے اور میری طرف سے ملنے میں تاخیر ہوجاتی، تو حضرت یاد فرماتے، اور فرماتے کہ رائے پور کی یاد آرہی ہے، حضرت کے یہاں نسبتوں کا بڑا خیال تھا، خود

نامہ سیاہ کا یہ حال تھا کہ کسی روز اگر مشغولی کی وجہ سے رات کی مجلس میں حاضر نہ ہو پاتا تو اس وقت تک نیند نہیں آتی تھی، جب تک کہ رات میں مہمان خانہ (جہاں حضرت کا قیام رہتا تھا) کا چکر لگا کر ادگرد گھوم کر نہ آجاتا، حضرت پر مارچ ۱۹۹۹ء میں فالج کا حملہ ہوا اور زیادہ بیمار ہوگئے، جب کچھ صحت یاب ہوئے تو ۱۰/محرم ۱۴۲۰ھ کو میرا نکاح پڑھایا اور ایک تقریر کی، جو تعمیر حیات میں چھپی، نیز حضرت نے اپنی طرف سے ولیمہ کی دعوت کی اور پرہیز کے باوجود ولیمہ کے کھانے میں شرکت کی، اخیر میں حضرت کو ظہر، عصر اور فجر کی نماز پڑھانے کا بھی اللہ نے اس نامہ سیاہ کو موقع دیا، جس پر بعض مرتبہ مزاحاً حضرت مولانا سعیدالرحمٰن اعظمی ندوی فرماتے کہ: ''آپ امام المتقین ہیں اور ہم امام الناس ہیں''۔

میری عربی کتاب ''التدخین بین الشرع والطب'' پر آخری مقدمہ تحریر فرمایا، خوب جم کر مقدمہ تحریر فرمایا اور لطف لے کر خود سنایا؛ پھر فرمایا کہ اب چند سال کے لیے تصنیف وتالیف موقوف کر دیجئے، مطالعہ میں گہرائی اور دقت نظر پیدا کیجئے، چنانچہ پانچ چھ سال ہوگئے، ابھی تک احقر کے قلم سے کوئی نئی کتاب نہیں آئی، جو کتابیں طالب علمی کے زمانہ میں لکھی تھیں وہ تقریباً ۱۵/ ہیں، ان کی طباعت کی حضرت نے اجازت دیدی تھی، حضرت عام طور سے کسی کو حکماً بہت کم کوئی بات کہتے تھے، مگر یہ حضرت کی خصوصی توجہ وشفقت تھی کہ حضرت نے اس نامہ سیاہ کو چند سال کے لیے تصنیف وتالیف موقوف کرنے کے لیے فرمایا، دوسرے جب احقر کی دسمبر ۱۹۹۹ء شعبان ۱۴۲۰ھ میں تخصص فی الفقہ والافتاء فضیلت سے فراغت ہوئی، حضرت نے فرمایا کہ اپنے علاقہ میں رہنا چاہیں گے، یا یہاں ندوہ میں کام کرنا چاہیں گے، میں نے اس پر خاموشی ظاہر کی، پھر عرض کیا کہ حضرت ابھی ٹائم ہے بتلادوں گا، ہر سال شعبان کی چھٹی میں گھر جاکر رمضان میں عام طور سے قرآن شریف رائے پور سناتا تھا، مگر اس مرتبہ چھٹی میں گھر جانے کے وقت حضرت نے فرمایا کہ آپ رمضان میں ہمارے ہی پاس رہنا، حالانکہ ایسے کبھی کسی کو فرماتے نہیں تھے، چھٹی کے بعد رمضان سے ایک روز قبل لکھنؤ حاضر ہوگیا اور

حضرت کے ساتھ رمضان گزارا، اس سال خلاف معمول حضرت نے رمضان لکھنؤ میں گذارا، حضرت کی صحبت اور مجالس سے استفادہ کیا، اور حضرت کی نوازشوں سے لطف اندوز ہوا، بندہ عام مہمانوں کے ساتھ کھانا کھاتا حضرت فرماتے کہ ہمارے ساتھ کھانا کھایا کرو، پھر حضرت نے فرمایا کہ اچھا افطار ہمارے ساتھ کیا کرو، طالب علمی کے زمانہ میں بھی کبھی کبھی حضرت ناشتہ پر کبھی کھانے پر دعوت دیتے رہتے تھے، حضرت کو تراویح میں ہمارے ایک ساتھی قرآن شریف سنا رہے تھے، جس کے سننے کی توفیق ملی، ۲۰ رمضان کو جب رائے بریلی گئے تو وہاں بھی حضرت کے ساتھ ٹھہرنے اور استفادہ کا موقع نصیب ہوا، یہاں تک کہ جس روز آپ سفر آخرت پر تشریف لے گئے، صبح سحری میں حضرت مفکر اسلام اور میرے درمیان حضرت مولانا واضح رشید ندوی تھے، نماز فجر کے بعد حضرت کے بائیں پیر میں تیل لگا کر مالش کی تھی، حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسب معمول خیریت وعافیت اور رات میں نیند کی کیفیت کے متعلق دریافت کرنے آئے تھے، اسی روز جمعہ سے قبل ۲۲ رمضان ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء کو راہی ملک بقاء ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت کے یہ خطوط برکت کے لیے اور اپنی سعادت سمجھ کر شائع کئے گئے ہیں، اللہ قبول فرمائے اور حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین

☆☆☆☆☆

وہ قوم ہی قائد ہے اور فاتح ہے جہاں میں
جس قوم کے اخلاق کی چلتی رہے تلوار
اس قوم کی دنیا میں نہیں کچھ بھی حقیقت
جس قوم کے کردار کا گھٹ جاتا ہے معیار

طارق ابن ثاقب

ہر دل بہار بزم ہے قرآن مانئے

از..........................مولانا مفتی عقیل احمد فیضی قاسمی

اللہ کا فرمان ہے قرآن مانئے	یہ سب نبیِ پاکؐ کا فیضان مانئے
بھیجا ہے یہ قرآن ہدایت کے واسطے	پروردگار کا بڑا احسان مانئے
ڈرتا نہیں باطل سے کبھی حامل قرآں	تا حشر رہے گا یہی فرقان مانئے
لے کر قرآں کو جو بھی لگا تا ہو سینے سے	کامل ہے اس کا بالیقیں ایمان مانئے
پڑھتا ہے جو قرآن تہجد میں مسلمان	اس برکتِ صلوۃ کو رمضان مانئے
ہر حرف پہ دس نیکیاں ملتی ہیں بالیقیں	اس کو عظیم دولتِ رحمان مانئے
اللہ نے قرآں کو سجایا ہے اس طرح	ان آیتوں کو لؤلؤ ومرجان مانئے
جو لوگ بھی قرآں کو مٹانے کے ہیں در پے	انساں کی شکل میں اسے شیطان مانئے
حافظ بھی دس عزیزوں کو جنت دلائے گا	پختہ حدیثِ پاک کا اعلان مانئے
ہو جاتا ہے کچھ ایسا وسیع سینۂ حافظ	اللہ کے کلام کا میدان مانئے
قرآن کو سچائی سے پڑھنے کی خوشی پر	اللہ کے فرشتے ہیں قربان مانئے
جو لوگ بھی ہیں حافظ وعاملِ قرآں	دونوں جہاں میں ایسوں کو ذیشان مانئے
پڑھتے پڑھاتے قرآں کو آ جائے کاش موت	ہر مومنوں کے دل کی یہ ارمان مانئے
قرآن جس کی پیش خدا التجا کرے	پروردگار کا اسے...... مہمان مانئے
حافظ کے لیے ہر گھڑی داروغۂ جنت	کھولے ہوئے در بیٹھے ہیں رضوان مانئے
جب لذت ایمان وَعرفاں ہے تلاوت	ہر دل بہارِ بزم ہے قرآن مانئے
محروم جو بھی رہ گیا فیضیؔ قرآن سے	زیست طویل کا اسے نقصان مانئے

وضاحت

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے اندر شامل مضامین میں قلمکار حضرات جو رائے پیش کرتے ہیں، وہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہوتی ہے، اس سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ۔

(ادارہ)

حقوق

عزت وآبرو کا تحفظ ہر انسان کا بنیادی حق

مولانا محمد اسرار الحق قاسمی صدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاونڈیشن نئی دہلی

''عزت'' دولت سے زیادہ قیمتی ہے، اس لیے صاحب بصیرت حضرات کا یہ قول بالکل بجا ہے کہ ''جس شخص کی عزت محفوظ ہے، وہ خوش قسمت ہے اور جو شخص عزت سے محروم ہے، بے پناہ دولت بھی اس کے لیے بے سود ہے''، یہی وجہ ہے کہ عقلمند اور اصولوں کے پابند لوگ ہر قیمت پر اپنی عزت کے تحفظ کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور بڑی دولت اور شہرت کے مقابلہ میں عزت وآبرو ہی کو ترجیح دیتے ہیں، اگر خدانخواستہ ایسے حساس لوگوں کے ساتھ ہتک عزت کا کوئی معاملہ پیش آجاتا ہے تو دنیا میں جینا ان کے لیے دشوار ہو جاتا ہے، عزت وآبرو کی اس اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام نے انسانی آبرو کے تحفظ کا پورا خیال رکھا ہے اور اس کو اتنی اہمیت دی ہے کہ انسانی آبرو کی حفاظت کو انسان کا بنیادی حق قرار دے دیا۔

انسان کے بنیادی حق کی حیثیت سے اس حق میں مسلم اور غیر مسلم کے درمیان کوئی امتیاز نہیں ہے، اس نقطۂ نظر سے جس طرح ایک مسلمان کی عزت وآبرو سے کھلواڑ کرنا ناجائز ہے، اسی طرح غیر مسلم کی آبرو سے بھی کھیلنا ناجائز ہے، فقہائے اسلام نے صراحت کی ہے کہ ''جس طرح ایک مسلمان کو تکلیف دینا اور اس کی برائی کرنا حرام ہے، اسی طرح ایک غیر مسلم کو زبان یا ہاتھ پاؤں سے تکالیف پہنچانا، اسے گالی دینا، مارنا پیٹنا اور اس کی غیبت کرنا ناجائز ہے، گالی گلوچ کرنے سے انسان کو تکلیف پہنچتی ہے، بلکہ کبھی کبھی یہ تکلیف اتنی گہری ہوتی ہے کہ مدت دراز تک اس کی ٹیس محسوس ہوتی رہتی ہے، اسی مناسبت سے مثل مشہور ہے کہ ''تلوار کا زخم بھر جاتا ہے، مگر بات کا زخم نہیں بھرتا'' اسی طرح غیبت کرنا بھی اسلام میں گناہ عظیم ہے کیونکہ یہ بھی باعث تکلیف ہوتی ہے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے ''ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً فکرھتموہ والتقو اللّٰہ ان اللّٰہ تواب الرحیم'' (سورۃ الحجرات ۱۲)

ترجمہ: اور ایک دوسرے کی غیبت بھی نہ کیا کرو، کیا پسند کرتا ہے تم میں سے کوئی شخص کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، تم اسے مکروہ سمجھتے ہو اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے بے شک اللہ تعالی بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

غیبت کتنی ہیبت ناک چیز ہے، اس کی وضاحت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے فرمایا ''جب مجھے معراج پر لے جایا گیا تو میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرا، جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو کھرچ رہے تھے، میں نے پوچھا اے جبریل! یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزتوں پر ہاتھ ڈالتے تھے'' (ابو داؤد) علماء کرام نے یہاں گوشت کھانے سے مراد غیبت کرنا لیا ہے، غیبت کیا ہے اور غیبت کتنا بڑا گناہ ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کردہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں، فرمایا: غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے متعلق ایسی بات کرو جسے وہ ناپسند کرے، عرض کیا گیا جو بات میں اپنے بھائی کے متعلق کروں اور اگر وہ اس کے اندر پائی بھی جائے تو بھی غیبت ہوئی؟ فرمایا: اگر تم اپنے بھائی کے متعلق ایسی بات کہو جو اس کے اندر موجود ہو تو یہ غیبت ہے اور اگر تم نے اس کے متعلق ایسی بات کہی جو اس کے اندر موجود نہیں تو تم نے اس پر بہتان باندھا'' (مسلم)

زبان سے کسی کی برائی کرنا یقیناً باعث تکلیف ہوتا ہے، اس لیے احادیث میں زبان کی حفاظت کی بھی ہدایت کی گئی ہے، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات کس چیز میں ہے، فرمایا: اپنی زبان کو قابو میں رکھو، اپنے گھر ہی کو کافی سمجھو اور اپنی خطاؤں پر رویا کرو'' (ترمذی)

حدیث مذکور میں زبان کی حفاظت کو نجات کا ذریعہ بتایا گیا ہے کیونکہ عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ زبان کا غلط استعمال انسان کے لیے دین و دنیا دونوں میں ہزیمت کا سبب بنتا ہے، مثلاً اگر کسی شخص سے بات چیت کرتے ہوئے غلط زبان استعمال کردی، گالی گلوچ کردی یا مخاطب کی شان میں کوئی ایسی بات کہہ دی جو برداشت سے باہر ہو، تو مخاطب بھی اس کا ویسا ہی جواب دیتا ہے، یا غصہ سے آگ بگولہ ہوکر سخت ردعمل کا اظہار کرتا ہے، جس کے نتیجہ میں دونوں کے درمیان زبردست ٹکراؤ ہوجاتا ہے، کبھی کبھی ہاتھا پائی کی نوبت بھی آجاتی ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص حد سے تجاوز کرتے ہوئے، دین کے بارے میں کوئی خلاف شرع بات کہہ دیتا ہے، تو آخرت میں اس سے سخت باز پرس ہوسکتی ہے، اس لیے زبان پر کنٹرول رکھنا ضروری ہے، ایک اور حدیث میں زبان کی سختی کے ساتھ حفاظت کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسی بات ارشاد فرمایئے جسے میں سختی سے اپنالوں، فرمایا تم یہ کہو میرا رب اللہ ہے اور پھر اس پر ثابت قدم رہو" میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بارے میں آپ کس چیز سے زیادہ خوف محسوس فرماتے ہیں، تو آپ نے اپنی زبان مبارک کو ہاتھ میں پکڑا، پھر فرمایا "اس سے" (ترمذی)

زبان کی اہمیت کے سلسلہ میں ایک اور حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آدمی جب صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضا زبان کے سامنے عاجزی وزاری کرتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں، تو خدا کا خوف کر، کیونکہ ہم بھی تیرے ساتھ ہیں، اگر تو راہ راست پر رہی تو ہم بھی سیدھی راہ پر رہیں گے اور اگر تیرے اندر کمی آگئی تو ہمارے اندر بھی کمی آجائے گی" (ترمذی) معلوم ہوا کہ زبان انتہائی اہم ہے اور اس کی حفاظت ضروری ہے، اس حدیث سے اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ زبان کا بے جا استعمال تکلیف دہ ہوتا ہے، کیونکہ زبان کے ذریعہ دوسرے کی تحقیر و ہتک عزت کا معاملہ اکثر وبیشتر سامنے آتا ہے۔

اسلام کیونکہ انسان کی عزت وتکریم چاہتا ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ "ہم نے بنی آدم کو باعزت بنایا" اس لیے وہ ہر حال میں انسان کو مکرم وباعزت دیکھنا چاہتا ہے، چنانچہ وہ ایسی تمام باتوں کو غلط اور ممنوع قرار دیتا ہے جن سے انسان کی تحقیر اور بے عزتی لازم آتی ہے؛ کیونکہ زبان کا بے جا استعمال لوگوں کی بے عزتی کا سبب بنتا ہے، اس لیے اسے کنٹرول میں رکھنے کے لیے کہا گیا ہے، ایسے ہی غیبت سے انتہائی تکلیف ہوتی ہے اسی بنیاد پر اس سے سختی کے ساتھ رکنے کا حکم کیا گیا ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ زبان کے ذریعہ ہاتھ پیر کے ذریعہ، غیبت والزام تراشی کے ذریعہ تکلیف پہنچانے سے روکا گیا ہے، لیکن اس میں اس بات کی تخصیص نہیں کی گئی کہ یہ سب مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے؛ بلکہ اسے عمومی رکھا گیا ہے، اس لیے اس معاملہ میں مسلمان اور غیر مسلمان سب برابر ہیں، اگر کوئی مومن کسی دوسرے مومن کو ہاتھ یا زبان سے تکلیف پہنچاتا ہے اور اس کی بے عزتی کرتا ہے تو وہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہے، ایسے ہی اگر مومن شخص کسی غیر مومن انسان کی بے عزتی کرتا ہے اور اس کے ساتھ غلط زبان استعمال کرتا ہے تو وہ بھی گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہے اور شریعت اس کی بھی اجازت نہیں دیتی، گویا کہ اسلام نے انسانی آبرو کی حفاظت میں مسلمانوں اور غیر مسلمانوں سب کو برابر رکھا ہے اور اسے تمام انسانوں کا بنیادی حق قرار دیا ہے۔

تعجب خیز بات یہ ہے کہ انسانی آبرو کی حفاظت کے لیے اسلام نے اپنے پیروکاروں کو جس اہمیت کے ساتھ خبردار کیا ہے، اسی قدر وہ اس سے غافل دکھائی دے رہے ہیں، غیر مسلم بھائیوں کی آبروریزی کا معاملہ تو دور کا ہے، بہت سے برادران اسلام اپنے ہی مسلم بھائیوں کی ذرا ذرا سی بات پر تحقیر کرتے دکھائی دیتے ہیں، بلکہ کہیں کہیں تو اپنی بالادستی وبرتری کو ثابت کرنے کے لیے اپنے خاندان کی عظمت کو دکھانے کے لیے یا اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے لیے یا اپنی دولت پر فخر کرنے کے لیے بعض لوگ دوسرے لوگوں کے بارے میں تحقیر آمیز یا نامناسب الفاظ استعمال کرتے ہیں، جان لینا چاہئے کہ یہ گناہ عظیم ہے اور اس معاملہ میں روز قیامت سخت باز پرس ہوگی، مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام انسانوں کی بحیثیت انسان مدد کریں اور انسانی آبرو کے تحفظ میں اپنا اہم کردار ادا کریں۔

جائزہ

مغربی ممالک اسلام سے خوف زدہ کیوں؟

مفتی محمد اللہ خلیلی قاسمی، شعبۂ انٹرنیٹ، دارالعلوم دیوبند

ابھی نصف صدی قبل جب کہ پوری دنیا میں برطانوی شہنشاہیت کا ڈنکا بج رہا تھا اور برطانوی بڑے فخر سے کہا کرتے تھے کہ ہماری حدود سلطنت میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا (گو آج اس کا یہ حال ہو کہ وہاں کبھی سورج دکھائی نہ دیتا ہو)۔ اس وقت ایک مسلمان یورپ و امریکہ سے اس قدر خائف و مرعوب تھا کہ وہ سوچ تک نہیں سکتا تھا کہ وہ ان حکمراں اقوام کی سرزمین پر اپنی بستیاں بسائے گا اور ان کو اپنے مذہب کی طرف دعوت دے گا۔ مسلمان ایک طرف ان کی سائنسی ترقی سے مرعوب تھے تو دوسری طرف ان کی سامراجیت سے دم بخود۔ لیکن آخرکار برطانوی شہنشاہیت کا طلسم ٹوٹا اور ساری مسلم آبادی والے ممالک ایک ایک کر کے آزاد ہوتے گئے۔ دوسری عالمی جنگ کے نتیجے میں ایشیا و افریقہ پر فرانس اور دیگر یورپی اقوام کی گرفت بھی ڈھیلی ہوئی اور سارے غلام ممالک آزادی کی نعمت سے ہمکنار ہوتے گئے۔ گو ایک طرف سوویت یونین کا عفریت وسط ایشیا پر اپنا آہنی پنجہ گاڑے رہا؛ لیکن عالم اسلام کے اکثر حصوں میں ایک طویل نیند اور قیامت کی بے ہوشی کے بعد بیداری اور ترقی کی لہر پیدا ہو گئی تھی۔ مسلمان اعلی عصری تعلیم کی طرف مائل ہونے لگے تھے اور استعماریت کی تخریب کاریوں کی تلافی میں سرگرم ہو چلے تھے۔ کچھ تو استعماریت کا شاخسانہ تھا کہ اعلی تعلیم یافتہ سے لے کر مزدور مسلمان یورپ و امریکہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے اور کچھ تعلیم وغیرہ کے لیے نقل مکانی کر رہے تھے۔

یہ رجحان بیسویں صدی کے نصف اخیر میں کافی شدت اختیار کر گیا۔ جس کی وجہ سے دیکھتے دیکھتے یورپ و امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ نیز عالم اسلام میں پیدا ہونے والی بیداری کی وجہ سے مسلمانوں میں دینی دعوت کا مزاج اور علیحدہ شناخت کا تصور عام ہوتا گیا۔ اس سے بھی مسلمانوں کو یورپ و امریکہ کی سرزمین پر بہت سے ہمنوا ملتے گئے جن سے ان کی عددی طاقت میں اضافہ ہوتا گیا۔ آج صورت حال یہ ہے کہ امریکہ میں اسی لاکھ، فرانس میں ساٹھ لاکھ، برطانیہ میں بیس لاکھ، اس کے علاوہ کناڈا، جرمنی اور یورپ کے دیگر ملکوں میں مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔ گذشتہ چند دہائیوں کے اندر ہی یورپ کے قلب میں البانیہ، بوسنیا، ہرزیگوونیا جیسی مسلم ریاستیں اور مقدونیہ و بلغاریہ جیسی کثیر مسلم آبادی والی ریاستیں وجود میں آچکی ہیں۔ چناں چہ یورپ و امریکہ جہاں ہمیشہ سے عیسائی و یہودی کلچر موجود تھا اب وہاں اسلام ایسی صورت حال اختیار کر گیا ہے کہ اسے کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

۱۱/ستمبر کو امریکہ پر حملوں کا ایک مثبت پہلو یہ رہا کہ مسلمان ایک بار پھر موضوع بحث بن گئے۔ پنٹاگن اور ڈبلیو ٹی سی پر حملہ آوروں کا مذہب، تہذیب اور ان کی تعلیم پوری دنیا خصوصاً امریکہ و یورپ کی عوام کی توجہ و دلچسپی کا محور بن گئی۔ تاریخ میں پہلی بار بھاری تعداد میں قرآن کریم کے نسخے امریکی و یورپی مارکٹوں میں کثرت سے بکے اور ختم ہو گئے۔ یونیورسٹیوں میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق پی ایچ ڈی کرنے والوں کا تانتا لگ گیا اور یورپ و امریکہ کے سیکڑوں اداروں نے اسلامک اسٹڈیز کے شعبے قائم کیے۔ اسلام یورپ و امریکہ میں پہلے ہی سے پنپ رہا تھا، ان حالات نے اسے کسی قدر مناسب آب و ہوا

پہنچادی کہ اس کے پھلنے پھولنے کے ذرائع خود پیدا ہوگئے۔ اس لیے آج یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ مغرب میں اسلام سب سے زیادہ مقبول اور تیزی سے پھیلنے والا مذہب بن گیا ہے۔ گو مسلمانوں میں اکثر تعداد ان کی ہے جو آبائی طور پر مسلمان ہیں اور مستقل وہیں سکونت اختیار کرلی ہے؛ لیکن ان میں امریکی و یورپی مسلمانوں کی بھی اچھی خاصی تعداد شامل ہے۔

مشرق سے مغرب کے خوف کی تاریخ کافی پرانی اور عیسائیت واسلام کی چشمک کی جڑیں خاصی گہری ہیں۔ عہد فاروقی ہی میں مسلمانوں نے عیسائیت و یہودیت کے سب سے بڑے مرکز یروشلم و شام وغیرہ کو فتح کرلیا تھا۔ دوسری صدی ہجری میں مسلمان یورپ کے آخری مغربی سرے پر اندلس میں اسلامی حکومت کا علم لہرا چکے تھے جس میں آج کا پورا اسپین اور پرتگال و فرانس کا بڑا حصہ شامل تھا۔ وہ تو فرانس کے کچھ جیالوں نے مسلمان فوجوں کا راستہ روک دیا تھا ورنہ نہ جانے یہ طوفان کب کا پورے یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہوتا۔ بعد میں سلطان محمد فاتح ؒ نے قسطنطنیہ فتح کیا جو کہ روم کے بعد دنیا کا سب سے بڑا عیسائی مرکز تھا۔ اور صلیبی جنگوں کا حال تو سب کو معلوم ہے جب اسلام و عیسائیت کی طویل ترین جنگ میں ایوبی حکمت و فراست نے عیسائیوں کو دھول چاٹنے پر مجبور کردیا۔ اسلام اور عیسائیت کے درمیان اس طویل کشمکش نے تاریخی حیثیت اختیار کرلی۔ صلیبی جنگوں کے گہرے زخم آج بھی اہل یورپ کے دل و دماغ میں اس قدر تازہ ہیں کہ عیسائی والدین، اساتذہ، میڈیا اور سیاست داں اسے اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے تئیں اپنے جذبات کو اپنی نئی نسل تک بحفاظت پہنچائیں۔

صلیبیوں نے گو فوجی و دفاعی میدان میں اپنی شکست تسلیم کرلی لیکن ثقافتی و تہذیبی جنگ انھوں نے جاری رکھی۔ عداوت و نفرت کی اس آگ کو نام نہاد محققین اور مستشرقین نے خوب ایندھن فراہم کیا اور مزعومہ تحقیق (Research) کے پس پردہ اسلامی تاریخ کو مسخ کرنے اور مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

اٹھارہویں صدی میں یورپ کے اندر برپا ہونے والے اقتصادی انقلاب نے انھیں مزید وسائل سے مالامال کردیا جس سے مغربی حکومتوں نے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا۔ ذرائع ابلاغ کی ترقی کے بعد اس مشن میں کافی تیزی آگئی۔ اسی دوران ایک اہم واقعہ یہ رونما ہوا کہ برطانیہ نے فلسطین میں جو کہ اس کی نوآبادیات تھا ایک ناجائز اسرائیلی ریاست قائم کردی اور یہودیت و عیسائیت کی روایتی و تاریخی کشمکش کو مسلمانوں کی طرف پھیر دیا۔ یہودیوں کو، جنھیں تاریخ میں ہمیشہ مسلمانوں کے ہی دامن عافیت میں امن وسکون کی زندگی نصیب ہوئی، بڑے شد و مد کے ساتھ یہ باور کرادیا گیا کہ مسلمان ہی ان کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔

عالم عیسائیت اگرچہ فوجی محاذ پر اسلام کو نہ مٹا سکا، لیکن اس کا اندازہ تھا کہ وہ اپنے جھوٹے پروپیگنڈوں، تہذیبی یلغار اور ثقافتی جنگ میں مسلمانوں پر ضرور غالب آئے گا۔ لیکن آج صورت حال یہ ہے کہ اسلام ہر محاذ اور ہر میدان میں عیسائیت کے مد مقابل کھڑا ہوا ہے۔ سوویت یونین کے تار و پود بکھر جانے کے بعد اگر کوئی سیاسی، اقتصادی، سماجی اور اخلاقی نظام ہے جو عیسائیت اور مغربیت کو چیلنج کر سکے تو وہ صرف اور صرف اسلام ہے۔ آج اسلام، مسلمانوں خصوصاً عربوں کے خلاف نفرت و عداوت کو جو بازار گرم ہے وہ اسی Islamophobia (اسلام سے خوف کی بیماری) کا ایک حصہ ہے۔ اگر آج مغربی دنیا اسلام سے خائف ہے تو اس کا یہ خوف بے بنیاد نہیں۔ اگر وہ طالبان کی کمزور حکومت سے خائف تھی تو محض اس لیے کہ وہ ایک مضبوط تر سیاسی نظام کے قائل تھے۔ اگر آج سوڈان پر پابندیاں عائد ہیں تو محض اس لیے کہ وہ ایک علیحدہ معاشی نظام کو فروغ دینا چاہتا ہے۔ اگر آج عالم عرب، ایران اور برصغیر ہند و پاک کی دینی تعلیم گاہیں اور ادارے مغربی ملکوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتے تو اس کے علاوہ اس کی اور کیا وجہ ہوسکتی ہے کہ یہ ایک صالح اور تعمیری سماجی و اخلاقی نظام کے نقیب ہیں۔

وہ دیکھ رہے ہیں کہ آج مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ ارب ہے۔ روئے زمین کی مجموعی آبادی کا چھوتھا حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ یہ دنیا کے ایک بڑے رقبے پر آباد ہیں۔ ۵۴ملین مربع میل کا ایک چوتھائی حصہ ان کے قبضے میں ہے اور روئے زمین کے سرسبز وشاداب خطے ان کی سکونت میں ہیں جنھیں تقریباً تمام قدیم تہذیبوں کا مرکز ومحور ہونے کا شرف حاصل ہے۔ عالم اسلام زمین کے ایک اہم اور وسیع رقبے پر مشتمل ہے۔ جنوبی خط استوا سے پھیلتے ہوئے وسط ایشیا میں ۵۵ خط عرض سے بھی زائد حصے اس کی قدرت وتصرف میں ہیں۔ مختلف آب و ہوا کے تین منطقے مسلمانوں سے آباد ہیں۔ منطقۂ حارہ کا منتشر حصہ، منطقۂ صحراویہ اور منطقۂ متوسطہ ان کی تگ وتاز اور بود وباش کا مرکز ہے۔ اسی لیے عالم اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس خطے میں متنوع نباتات پائی جاتی ہیں اور زراعتی پیداوار کی نوع بنوع اقسام یہاں موجود ہیں۔ فوجی میدان میں اسلحہ کی طاقت کے اعتبار سے عالم اسلام گو بہت پیچھے ہے؛ لیکن افراد و وسائل کے لحاظ سے اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ فوجی وسائل میں پہلے نمبر پر پٹرول ہے جس کی پیداوار کا تناسب عالمی پیداوار کے مقابلہ میں ۶۰٪ ہے اور زیر زمین ذخائر (Oil-reserves) عالمی ذخائر کے مقابلے میں ۸۰٪ سے بھی زیادہ ہیں۔ عالمی پیداوار کے مقابلہ میں عالم اسلام میں ۱۵٪ لوہا، ۲۵٪ تانبہ، ۴۰٪ کروم کی معدنیات، ۵۶٪ رانگا، ۲۳٪ المونیم، ۱۰٪ سیسہ، ۲۵٪ فاسفیٹ اور دوسری بہت سی معدنیات پائی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ اہم ترین آبی گذرگاہیں جو تجارت و دفاع وغیرہ میں نہایت اہم کردار ادا کرتی ہیں وہ سب عالم اسلام میں واقع ہیں۔ بحر ابیض متوسط تین بر اعظموں کے درمیان رابطہ کا ذریعہ ہے۔ جبل الطارق کا درہ بحر اٹلانٹک اور بحر متوسط کے درمیان واقع ہے۔ نہر سوئز بحر احمر کو بحر متوسط سے ملاتی ہے۔ باب المندب کا درہ جو بحر احمر اور خلیج عدن کے درمیان وصل کا کام دیتا ہے۔ ملاکا کا درہ جو جزیرہ سوماترا کو جزیرہ نما ملایا سے الگ کرتا ہے۔ یہ سب فوجی وحربی جگہیں ہیں جنھوں نے قدیم وجدید تاریخ کے ہر دور میں تجارتی راستوں اور فوجی حملوں کے نقطۂ نظر سے فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے۔ اس کے علاوہ عالم اسلام میں ترکی سے لے کر افغانستان اور الجزائر سے لے کر قزاحستان تک جنگجو، طاقت آزما اور جفاکش افراد کی کمی نہیں ہے۔

مغربی دنیا اب تک مختلف ذرائع سے سیاسی، سماجی، فوجی اور اقتصادی سطح پر مسلمانوں پر حاوی رہی ہے۔ لیکن ایک طرف مسلمانوں میں بیداری پیدا ہونے کے بعد انھیں یہ خوف لاحق ہوگیا ہے کہ اگر عالم اسلام کو کچھ لائق اور ژرف نگاہ قائد میسر آ گئے اور انھوں نے اپنی بکھری قوتوں کا استعمال کرنا سیکھ لیا تو وہ دن دور نہیں جب کہ مغرب کی قیادت کا طلسم چکنا چور ہو کر بکھر جائے گا اور عالم اسلام قیادت و جہاں بانی کی نئی بلندیاں طے کرتا ہوا نظر آئے گا۔ دوسری طرف اہل مغرب کو خود اپنے ملکوں میں پیر تلے زمین کھسکتی نظر آ رہی ہے۔ مسلمان پورے اسلامی تشخص اور تہذیبی شناخت کے ساتھ ہر میدان میں، پورے یورپ و امریکہ میں اپنا وجود تسلیم کرا رہے ہیں۔ ان اسباب کے پیش نظر اگر یورپ میں (Islamophobia) کی لہر دوڑ گئی ہے تو یہ بے بنیاد نہیں۔

☆☆☆☆☆

قلم کار حضرات متوجہ ہوں

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لیے اپنے دینی، اصلاحی، ادبی، دعوتی، تاریخی اور تحقیقی مضامین ارسال فرما کر اس دعوتی مشن کو آگے بڑھانے میں ہمارا تعاون کریں۔

☆ مضامین خوشخط، صاف اور کاغذ کے صرف ایک طرف ہی تحریر فرمائیں۔

☆ مضامین ارسال کرتے وقت رسالہ کے معیار اور علمی ذوق کا خاص لحاظ رکھیں۔

☆ مضامین بغیر حوالہ کے معتبر نہیں ہوں گے۔

☆ شائع شدہ مضامین شامل اشاعت نہیں ہوں گے۔

☆ ناقابل اشاعت ہونے کی صورت میں مضامین واپس نہیں کیے جائیں گے۔

طریقۂ کار

دینی دعوت کا اصل طریقہ

حضرت مولانا عبداللہ حسنی ندوی

مسلمانوں کے بہت سے داعی جو لوگوں کو تاریکی سے نور کی طرف، گمراہی سے ہدایت کی طرف، تنگی سے کشادگی کی طرف اور ظلم وزیادتی سے عدل وانصاف کی طرف نکالنے کے لیے پیدا کئے گئے ہیں، وہ کبھی کبھی ہم عصروں کے اثرات سے اپنی دعوت کے طریقۂ کار میں (جس سے پہلے لوگوں کی آنکھیں مبہوت ہو جاتی تھیں) لغزش میں پڑ جاتے ہیں، یہاں تک کہ ان داعیوں کا ایک ایسا طبقہ پیدا ہو جاتا ہے، جو امت محمدیہ کے لیے مشفق اور پر خلوص قوی دینی جذبات سے سرشار ہوتا ہے لیکن ان کی فکر میں بلکہ ان کی خمیر میں مادیت جگہ بنا رکھی ہوتی ہے یا پھر ان میں مادیت اور روح کے درمیان کوئی اعتدال وتوازن، موافقت اور تناسب باقی نہیں رہتا جس کے نتیجہ میں مادیت غیر شعوری طور پر دوسرے امور پر قبضہ کرنے کا موقع پالیتی ہے، اپنا کام شروع کر کے مقصد حاصل کر لیتی ہے آج دنیا کے مختلف گوشوں میں اسلامی مراکز، تعلیمی مکاتب، رفاہی تنظیمیں اور معاشی ادارے قائم کرنے کی زبردست کوششیں ہو رہی ہیں جس کے سبب سے مشرقی ممالک کے اندر عام طور پر اور مغربی ممالک میں خاص ذہنیت اور ایک خاص طور سے اسلامی تحریک کو پھیلنے کا موقع ملا اس تحریک کی کوششیں اسلامی جماعتوں اور دینی تنظیموں کی صورت میں بڑھتی رہیں، نیز ان تمام میدانوں میں یہ کوشش دو چند ہوگئی، یہاں تک کہ دنیا میں ہر شخص نے اس کو محسوس کیا اور سراہا لیکن یہ تمام سرگرمیاں خاص ذہنیت اور ایک خاص طریقۂ کار کے تحت جاری ہیں اور اس کی کامیابی اور ناکامی کا پیمانہ یہ ہے کہ حقیقت میں یہ مغربی اور مادی تحریکات کے نقش قدم پر چل رہی ہیں اور اس کے ذمہ دار افراد اس کو نہیں سمجھ رہے ہیں وہ اسی کے ذہن سے سوچتے ہیں، اس کی کتابوں لٹریچر اور افکار سے استفادہ کرتے ہیں، اسی کے زعماء ولیڈران پر اعتماد کرتے ہیں، وہ ان قدیم مراجع ومصادر کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، جن سے سلف صالح مستفید ہوتے رہے ہیں، یا پھر ان میں حقیقی اور شیریں چشمہ سے پینے اور سیراب ہونے کی صلاحیت وقابلیت نہیں ہے، نتیجۃً وہ اسلامی احکام اور مضبوط عقائد کو شکوک وشبہات کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں جن اسلامی عقائد کو عرب قوم پرستی مارکس وادی کمیونزم اور دوسرے افکار ونظریات کی آمیزش جو اخیر میں ہے، یوروپ میں پیدا ہوگئی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی اور اسکی حرمت وکرامات کو پامال نہیں کر سکتی کیونکہ یہ نئے زمانہ کی پیداوار وقت کے رجحان، مادی ترقی اور عقلی روشن خیالی کے نتائج ہیں، وہ عبادات کو بھی اسی مادی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں اور ان میں منافع اور فوائد تلاش کرتے ہیں جیسا کہ انکا خیال ہے، کہ نماز انسانی صلب سیدھی کرتی ہے اور اس پر مداومت نمازی کو بہت سے جسمانی امراض سے بچاتی ہے اور اس کی حفاظت کرتی ہے، جیسا کہ یہ بات محقق اور ثابت ہوگئی ہے کہ نماز کو بہت ہی کم قلبی دورہ پڑتا ہے، انکا یہ گمان ہے کہ زکوۃ کامل اقتصادی نظام ہے، جو افلاس، تہی دستی کو ختم کرتا ہے محتاجی کا مقابلہ کرتا اور اس کو ختم کر دیتا ہے، روزی کے بارے میں انکا نظریہ یہ ہے کہ معدے کو درست رکھتا ہے اور انسان افطار کے وقت عجیب لذت وحلاوت محسوس کرتا ہے، اور حج سالانہ اسلامی کانفرنس ہے جس میں قریب وبعید کے رہنے والے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوتے ہیں، ایک صف میں کھڑے ہوتے ہیں، اس طرح

سے انہوں نے یکے بعد دیگرے ہر چیز کو مادی نظریہ سے جانچا اور پرکھا ہے، بلاشبہ اس میں منافع اور فوائد ہیں لیکن یہ حقیقی منافع کے تابع ہیں جب یہ حاصل ہوں گے، تو وہ بھی حاصل ہوں گے، اور ان کی طرف بلا واسطہ توجہ نہیں دی جاتی، جب تک کہ ہم حقیقی منافع کو نظر انداز نہ کر دیں، اس لیے کہ وہ اس سامان کی طرح ہے جس کو آدمی ایک تاجر سے خریدتا ہے، وہ جانے نہ جانے اس کو اس سامان کے ساتھ کچھ انعام بھی مل جاتا ہے، مثال کے طور پر اس نے ایک کولر خریدا جس کے ساتھ کچھ انعام بھی مل گیا جب وہ کولر خریدتا ہے، تو وہ اس کی طرف توجہ نہیں دیتا بلکہ انعام کے متعلق سوال کرتا ہے، کہ وہ کیا ہے، اس کی کتنی قیمت ہے، اور پورا وقت اسی میں گواں دیتا ہے، بلکہ وہ اس پر فخر کرتا ہے، لوگوں میں اس کا پرچار کرتا ہے اور وہ کولر کو بھول جاتا ہے، اس لیے کہ یہ بات معلوم ومشہور ہے کہ جب کوئی کولرل خریدتا ہے تو اس کے ساتھ انعام بھی ملتا ہے، چنانچہ یہ طبقہ بھی عبادت کی روح اور اس کے جوہر کو بھول چکا ہے، جب کہ وہی جوہر اللہ تبارک وتعالی کی رضا مندی کا باعث ہے اور یہ اللہ کے بندے اس لیے اللہ کی عبادت کرتے ہیں، تا کہ اللہ تعالی ان سے راضی ہو جائے، اور ان کو جنت میں داخل کرے اس بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے کہ "وجنة عرضها السمٰوات والأرض اعدت للمتقين" (جس کی وسعت ایسی ہے جیسے سب آسمان اور زمین وہ تیار کی گئی ہے خدا سے ڈرنے والوں کے لیے) دعوت الی اللہ اور جو کوششیں اس راہ میں کی جاتی ہیں وہ اس سے کچھ مختلف نہیں، کیونکہ داعی حضرات دعوت کو ایک پیشہ اور حرفت سمجھتے ہیں اہل صنعت وحرفت جب اس سے خاطر خواہ مادی نتائج اور فوائد حاصل نہیں کرتے تو وہ اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور کنارہ کش ہو جاتے ہیں، بلاشبہ یہ لوگ بھی اسی طرح ہو گئے ہیں کہ جب ان کو وہ تنخواہیں اور روظائف نہیں ملتے جن کی وہ امید لیے بیٹھے تھے یا ان عہدوں اور کرسیوں تک نہیں پہنچ سکتے جن کے لیے وہ کوشش کر رہے تھے، تو یاً س وناامیدی کے شکار ہو جاتے ہیں ان کی ہمتیں پست اور ان کے حوصلے ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں، وہ الٹے پیروں لوٹ جاتے ہیں، جہاں تک اس میں افسوس کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ یہ انسانی فطرت ہے جس پر اس کی پیدائش ہوئی اور نہ جانے والی عادت ہے گویا کہ وہ اس سے کھانا اور لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں جس میں انہوں نے اپنی انتھک کوشش اور پوری جدوجہد صرف کر دی لیکن وہ حسرت وافسوس کرتے رہ جاتے ہیں کیونکہ انہیں دنیاوی نعمتیں حاصل نہیں ہو سکیں۔

❁ بکھرے موتی ❁

انتخاب.................................محمد ارشد فیضی

اپنے کسی بھائی کو مشکل میں دیکھ کر خوش مت ہو، ممکن ہے اللہ اسے مشکل سے نکال کر تمہیں مشکل میں ڈال دے۔ (حضرت محمد ﷺ)

حسد بدن کو گلا دیتا ہے، جب کہ قناعت بدن کو تازگی بخشتی ہے۔ (حضرت سلیمان علیہ السلام)

وہ کبھی بھی مطمئن اور قانع نہیں ہو سکتا، جو حاجات زندگی کے علاوہ بھی اور دوسری چیزوں کی حرص رکھے۔ (حضرت ادریسؑ)

ہر ایک چیز کی زکوۃ ہے اور عقل کی زکوۃ یہ ہے کہ نادانوں کی بات پر تحمل کیا جائے۔ (حضرت علیؓ)

خود کو ایسا ہی ظاہر کرو جیسے تم ہو، یا ویسے بن جاؤ جیسا خود کو ظاہر کرتے ہو۔ (بایزید بسطامیؒ)

جو نصیحت نہیں سنتا وہ ملامت سننے کا شوق رکھتا ہے۔ (شیخ سعدیؒ)

قیدی وہ ہے جس کا دل اس کے پروردگار کی طرف سے بند ہو جائے اور قید وہ ہے جسے خواہشات ہر طرف سے گھیر لیں۔ (ابن تیمیہؒ)

جب نیک اور بد سب گزر جاتے ہیں، تو بہتر ہے کہ تیرا نام نیکی سے زندہ رہے۔ (امیر خسروؒ)

وہ شخص عقلمند نہیں جو دنیاوی لذتوں سے خوش اور مصیبتوں سے مضطرب ہے۔ (افلاطون)

تاریخ اسپین

دوسری قسط

اندلس کے بیالیس معروف تاریخ داں

جناب محمد زکریا ورک (کنگسٹن کینیڈا)

(۱۰) ابن حزم کثیر التصانیف، طبع رسا اہل قلم تھا، جس نے آٹھ ہزار اوراق پر مشتمل چار صد کے قریب کتابیں زیب قرطاس کیں، اس نے فلاسفی، تھیا لوجی، علم الاخلاق، فقہ، شاعری، تاریخ او ر ادب کو موضوع سخن بنایا، اس کی کتاب ''فصل والملل والنحل'' کے مطالعہ سے اس کی جودت طبع، مشاہدے کی باریکی، اسالیب کے تنوع کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، یہ فن پارہ درحقیقت موازنہ ادیان پر دنیا کی پہلی کتاب ہے، اس نے ادیان عالم کی تعلیمات کا مذہب اسلام کی تعلیمات سے موازنہ کر کے اسلام کی فضیلت ثابت کی۔

فصل کے علاوہ جو کتابیں ابھی تک محفوظ ہیں، ان میں کتاب العروس فی تواریخ الخلفاء فی الاندلس ''جمہارات العرب''، ''حجۃ الوداع'' (بیروت 1966ء ایڈیٹر محمود حقی) ''جوامع السیرۃ'' (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری) جو (1970ء) میں قاہرہ سے عباس نے ایڈٹ کر کے شائع کی تھی، انساب العرب میں اس نے معروف شخصیتوں کا شجرۂ نسب بیان کیا، بشمول سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کی تفصیل، آپ کے صحابہ کرام، خلفاء راشدین اوران کی اولاد، کتاب میں اس نے چیدہ چیدہ تاریخی واقعات بیان کر کے ان عرب قبائل کا ذکر کیا جو اندلس میں آ کر مستقل آباد ہو گئے تھے، اس نے علم الانساب کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا کہ انسان کو اپنے والد، ماں اوران کے تمام رشتہ داروں کا علم ہونا چاہئے تا کہ شادی، بیاہ اور وراثت کے معاملات میں یہ علم کام آسکے، یہ کتاب (1963ء) میں قرطبہ سے زیور طبع سے آراستہ ہوئی تھی۔

(۱۱) قاضی سعید اندلسی (1070) طلیطلہ میں قاضی کے عہدہ پر فائز تھا، کئی اقوام کی تاریخ پر ایک مبسوط کتاب لکھی جس کا نام ''جامع اخبار الامم'' تھا، یہ بیروت سے (1912ء) میں منظر شہود پر آئی تھی، علم تاریخ میں آپ کی کتاب ''طبقات الامم'' کا اثر تاریخ دانوں پر بہت دیر تک رہا اور کثرت سے استعمال کی گئی، طبقات الامم میں ہندوستانی، یونانی، رومن، مصری، ایرانی، اسرائیلی اور عرب اقوام کے عادات واطوار، کیریکٹر اور مذاہب بیان کیے گئے ہیں، ان اقوام نے جن سائنسی علوم میں خاطر خواہ اضافے کئے اور فوقیت حاصل کی اس کا خاص ذکر کیا گیا ہے، ہسٹری آف سائنس بیان کرتے ہوئے اس نے کہا کہ آٹھ قوموں (ہندو، ایرانین، چلدئین، یونانی، لاطینی، مصری، یہودیوں اور مسلمانوں) نے سائنس کی ترویج وترقی میں خوب حصہ لیا، آپ نے یورپ کی قوموں کو تیسرے درجہ کی قوموں میں شامل کیا، اس کا فرنچ ترجمہ بلاشیر (R.Blachere) نے کیا جو پیرس سے (1935) میں شائع ہوا تھا، اس کے علاوہ آپ نے اندلس کے ممتاز علماء پر بھی کتاب لکھی جس میں مسلمان اور غیر مسلم علماء کو شامل کیا گیا تھا، اسٹرانومی پر بھی ایک ٹھوس مقالہ لکھا جو ان کے اپنے فلکی مشاہدات پر مبنی تھا، اجرام سماوی کے ان مشاہدات سے الزرقالی نے استفادہ کیا تھا۔

(۱۲) غرناطہ کے آخری حکمراں امیر عبداللہ نے اپنی یادداشتوں پر نہایت اہم اور دلچسپ کتاب لکھی، امیر عبداللہ کی پیدائش (1056ء) میں ہوئی اور آٹھ سال کی عمر میں وہ تخت نشیں ہوا، کتاب میں طوائف الملوک کے دور حکومت کے آخری ایام کا بڑا پر درد نظارہ کھینچا گیا ہے،

اس نے ذکر کیا کہ کس طرح اس کا ایک وزیر تاج وتخت پر نگاہ لگائے بیٹھا تھا، جب کہ عیسائی حکمراں اندلس کے علاقوں پر رفتہ رفتہ قابض ہو رہے تھے، اس نے بڑی رقت سے بیان کیا کہ کس طرح (1090ء) میں المرابطون نے اس کی سلطنت پر قبضہ کرلیا اور نہ صرف اس کو بلکہ اس کی والدہ کو بھی رسوا کیا گیا، مراکش میں قید کے دوران اس نے یہ کتاب لکھی اور وہیں دم توڑا۔

(۱۳) عریب ابن سعد القرطبی (976) خلیفہ عبدالرحمٰن الثالث کے دربار کے معزز رکن تھے، کچھ عرصہ خلیفہ الحکم الثانی کے دربار میں بھی اچھے عہدے پر فائز رہے آپ ایک معروف تاریخ داں اور طبیب حاذق تھے آپ نے اندلس اور افریقہ کے سیاسی حالات پر کتاب تصنیف کی، میڈیسن (Gynaecology) میں آپ نے کتاب خلق الجنین لکھی، نیز کلینڈر پر ایک رسالہ کتاب الانواع لکھا۔

(۱۴) حسن ابن جلجل (944-994) اندلس کے کہنہ مشق میڈیکل ہسٹورین تھے، ۱۴ سال کی عمر میں طب کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور جب زندگی کے 24ویں زینہ پر قدم رکھا تو طبابت شروع کی، آپ خلیفہ ہشام الثانی کے ذاتی معالج تھے، آپ کا علمی شاہکار ”تاریخ الاطباء والحکماء“ بے مثل ذہانت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ مصنف کی خوش گفتاری کی خوشبو دل ودماغ کو معطر کردیتی ہے، یہ عربی زبان میں طب کی تاریخ پر مستند کتاب ہے، اس میں 57 سوانح عمریاں پیش کی گئی ہیں جس میں 31 مشرقی طبیبوں اور باقی افریقن اور اندلس کے اطباء اور حکماء کی زندگیوں پر ہیں، آپ کی دو اور کتابیں ”تفسیر اسماء الادویہ“ اور ”مقالہ فی ذکر الادویہ“ طب پر ہیں، نیز آپ نے ایک اور دلچسپ کتاب لکھی جس میں طبیبوں کی غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے اور ایک مقالہ ایسی ادویاء پر لکھا جو یونانی عالم دیسقورس (Dioscorides) کی کتاب الادویاء (Medica Materia) میں نہ تھیں مگر اسپین میں پائی جاتی تھیں۔

(۱۵) ابو ولید ابن الفرضی (962-1013) قرطبہ کا آوردہ و پروردہ تھا، یہاں وہ قانون کے پیشہ سے منسلک تھا، حرمین شریفین کی زیارت کے بعد جب وہ واپس لوٹا تو ویلینسیا کا قاضی مقرر کیا گیا، ان کی تصنیف منیف ”تاریخ علماء الاندلس“ (ہسٹری آف سائنٹسٹ) آپ کی فکر وبصیرت کی آئینہ دار ہے، یہ میڈرڈ سے (1891) میں شائع ہوئی تھی۔

(۱۶) ابن حیان القرطبی (988-1076) نے پچاس کتب تصنیف کیں جن میں ”المتین“ ساٹھ جلدوں میں تھی مگر نایاب ہے، دوسری تصنیف منیف ”کتاب المقتبس فی تاریخ الاندلس“ (اندلس کے مسلمان حکماء کی سوانح عمریاں) دس جلدوں میں ہے اور ابھی تک دستیاب ہے، آخری بار یہ پیرس سے (1937) میں شائع ہوئی تھی۔

(۱۷) ابن بسام (1147) نے اندلس کی ادبی تاریخ پر کتاب الداخرہ (خزانہ) تصنیف فرمائی جس کا ادبی اسٹائل اور طرز بیان منفرد تھا، معلومات کا نادر اور نایاب خزانہ تھا۔

(۱۸) ابن تومارت جو الموحد سلسلہ سلاطین کا بانی تھا، اس نے گوناگوں دینی رسائل میں اپنے مذہبی نظریات بیان کئے، اس کی تصانیف کا مجموعہ ”کتاب الاعز ما یطلب“ الجزائر سے (1903) میں زیور طبع سے آراستہ ہوا تھا، یہ مجموعہ اس کے جانشین امیر عبدالمومن کے حکم پر اکٹھا کیا گیا اور اس میں شاہی خاندان کے بارے میں کافی حالات بیان کئے گئے ہیں، ابن تورمات کے رفیق البیذاق جو اس کا ہمیشہ رفیق سفر رہا، اس کی یادداشتوں کا مجموعہ بھی اتنا ہی اہم ہے؛ کیونکہ اس میں چشم دید واقعات بیان کئے گئے ہیں، المرطبون اور الموحد سلسلہ سلاطین کے بارے میں اس کے علاوہ جن مصنفین کی تصنیفات اہم ہیں ان میں ابن قطان کی ”جز من نظم الجمان“ ابن صاحب الصلاح کی ”المن بالامامہ“ ابن ابی زرکی ”روض القرطاس“ الزرخشی کی ”تاریخ الدولتین“ قابل ذکر ہیں۔

(۱۹) عبدالواحد المراکشی (1185-1224) کی پیدائش مراکش میں ہوئی، اندلس ہجرت کرنے پر اس کی ملاقات اشبیلیہ کے الموحد گورنر سے ہوئی، قرطبہ میں سکونت کے دوران وہ یہاں کے ممتاز دانشور

الحمیاری کے حلقہ تدریس میں شامل ہوگیا، اندلس سے سفر کرکے وہ مصر، حجاز، شام سے ہوتا ہوا بغداد پہنچا، یہاں اس نے اپنا قلمی شاہکار ''المعجب فی تلخیص اخبار المغرب'' ایک وزیر کے کہنے پر زیب قرطاس کیا جو مغرب کے ممالک کا جغرافیہ، سیاست اور وہاں کے دانشوروں کے حالات جاننے کا خواہش مند تھا، المراکشی اپنی کتاب اندلس کی فتح سے شروع کرتا اور ملک کے حالات، اس کے اولین حکمرانوں، امراء اور گورنروں کے حالات بیان کرتا ہے، دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ حکمرانوں کے حالات مختصر طور پر بیان کرتا، مگر اہل علم اور دانشوروں کے حالات بڑی تفصیل سے بیان کرتا ہے، مثلاً اس نے خلیفہ عبدالرحمٰن الثالث کے حالات ایک صفحہ پر بیان کئے جب کہ اس وقت کے اسکالر منذر ابن سعید البلوطی کے حالات چار صفحات پر بیان کئے، یہ کتاب اس کی شخصیت کا ایسا آئینہ ہے جس میں اس کے فکر اور اسلوب کے گوشوں کا عکس منور دیکھا جاسکتا ہے۔

(۲۰) ابن سعید مغربی (1274ء) بے نظیر عالم فاضل، شاعر اور ادیب تھے، آپ غرناطہ کے شہر میں شمع افروز بزم جہاں ہوئے اور اپنے وجود سے عالم کو روشن کیا، مشرق کے ممالک شام، عراق اور نارتھ افریقہ کے لمبے لمبے سفر کئے، اس نے تاریخ کے موضوع پر متعدد کتابیں لکھیں، جن میں سے کئی ایک مسودات کی صورت میں دستیاب ہیں۔

اس کی اپنی فیملی کے شجرہ نسب پر کتاب اور اس کے سفروں کی کتاب بھی نہایت دلچسپ ہے، اس کی کتابوں کے حوالے اس کے ہم عصر مصنفین اور بعد میں آنے والے اہل قلم نے دیئے، اس کا علمی شاہکار ''المغرب'' قاہرہ سے دو جلدوں میں (۱۹۵۳ء) میں شیخ دائف نے شائع کیا تھا، اس میں (1135-1243) کے واقعات درج کئے گئے ہیں۔

اس نے شمالی یورپ کا سفر کیا، پھر آرمینیا اور تاتاری ممالک تک گیا، یہاں وہ ہلاکو خان کے دربار میں پہنچا اور اس کا مہمان خصوصی بنا اس نے ''کتاب الجغرافیہ فی القالیم'' (ExtentoftheEarth) کے نام سے کتاب لکھی۔

(۲۱) ابن الازہاری کی پیدائش مراکش میں ہوئی، کیونکہ اس کی فیملی اندلس سے ہجرت کرکے یہاں آباد ہوگئی تھی، اس کے اشہب قلم سے ''کتاب البیان المغرب فی اخبار الملوک الاندلس والمغرب'' نمودار ہوئی، تاریخ کی اس مبسوط کتاب میں مصنف کے دور حیات (1270ء) تک کے واقعات تاریخ وار بیان کئے گئے ہیں تین جلدوں میں سے جلد اول مکمل طور پر نارتھ افریقہ پر ہے، جس میں وہاں کی مشہور سلطنتوں کا ذکر کیا گیا ہے، جلد دوم میں اندلس کے تاریخی حالات (1086ء) تک دیئے گئے ہیں، جب کہ تیسری جلد میں مرابطون اور موحد حکمرانوں کے سیاسی حالات دئے گئے ہیں، کتاب میں اس نے الطبری، البکری، الرقیق، ابن حبیب، ابن حیان جیسے تاریخ دانوں کے رہین منت ہونے کا اظہار کیا ہے، مصنف کا اسلوب بیان ادبی خوش فکری کی عمدہ مثال ہے۔

نصاب تعلیم کا دائرہ عمل

ہمارے نصاب تعلیم کا یہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ یہ نصاب اپنی خوبیوں اور امتیازات کے باوجود دیگر ضروریات کو مکمل نہیں کرتا، کوئی ایسا شخص جو ذمہ دار او رحقیقت پسند ہو یہ نہیں کہہ سکتا، کہ ہمارا نصاب تعلیم زندگی کی تمام ضروریات پر حاوی ہے، ہمارا نصاب تعلیم بھی اس کا مدعی اور ضامن نہیں، نصاب تو درحقیقت اس ملکۂ خاص کا ضامن ہے، جو انسان کی زندگی میں قدم قدم پر رہنمائی و قیادت کا کام انجام دے سکے اور انسان کے اندر اتنی استعداد پیدا کردے کہ وہ کتابوں سے فائدہ اٹھا کر نتائج اخذ کرسکے، وہ زندگی کے تمام تقاضوں اور ضروریات کی تکمیل کا ضامن نہیں ہوتا، قدیم نصاب تعلیم نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا، اگرچہ ہمارے نصاب میں ملکہ پیدا کرنے کی خصوصیت ہے، لیکن زندگی کے ہر مرحلے میں ہر انسان کی صحیح رہنمائی کرسکے، اس کا وہ بھی مدعی نہیں، آج ماہرین تعلیم کے سامنے یہ مسئلہ بڑا اہم ہے کہ نصاب تعلیم کے علاوہ طلبہ کے لیے ایسی کیا چیز مہیا کی جائے جو زندگی اور منصب و مرتبے کے تقاضوں کو پورا کرے اور جس ماحول میں ان تقاضوں کی تکمیل ہوتی ہو اس ماحول سے صحیح رابطہ پیدا کرسکے، یہ مسئلہ مغرب کے دانشوروں سے لے کر مشرق کے عالموں تک سب کے لیے ایک اہم مسئلہ بن گیا ہے۔ (حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

سلوک واحسان

تصوف اور حضرت شاہ ولی اللہ

حضرت مولانا محمد ولی رحمانی خانقاہ مونگیر

تصوف کے دو پہلو ہیں، علمی اور عملی --تصوف کا عملی پہلو علم وتحقیق، دیدہ وری اور نکتہ رسی سے کچھ الگ ہے، تصوف کا علمی حصہ مشکل ہے، اس میں بڑی لطیف بحثیں ہیں اور بڑے بڑے علماء- جو صوفی بھی رہے ہیں- نے اپنے علمی وتحقیقی مزاج کے ساتھ تصوف کے تجرباتی اور عملی پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے جو مشکل بحثیں کی ہیں، ان میں اہل علم کو اشکال رہا ہے اور بعض باتیں سمجھ میں نہیں آتی ہیں، یہ اشکال حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تحریروں پر بھی ہے اور حضرت شاہ صاحبؒ کی تحریروں میں ''ارشدنی ربی'' جیسے الفاظ سے لے کر وحدت الوجود کی بحث تک پر اہل علم کے ذہن میں سوالیہ نشان آتا رہا ہے-- اس طرح کی بحثیں نہ صرف طویل غور وفکر کی طالب ہیں، بلکہ تجربہ، مشاہدہ اور تصوف کے عملی پہلوؤں سے گذرنے کی طلبگار ہیں، ایک مشکل یہ بھی ہوئی ہے کہ ہمارے بزرگوں نے شئی لطیف کو کاغذ وقلم کا لباس کثیف پہنا دیا، تو دشواری پیدا ہوگئی۔

جو حضرات تصوف کو ''توحید خالص'' سے ہم آہنگ نہیں سمجھتے ساتھ ہی حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت قرآن وحدیث، حکمت دین کی توضیح وتشریح اور اس کے علمی وفکری مقام ومرتبہ کا احترام بھی کرتے ہیں، شاید انہوں نے شعوری طور پر مان لیا ہے کہ تصوف کے متعلق ان کے خیالات اور ان کی علمی بحثوں پر ان کی رائے حرمین شریفین کے سفر سے قبل کی چیزیں ہیں، ورنہ حضرت شاہ صاحبؒ تو وہ ہیں جو حجۃ اللہ البالغہ میں نظر آتے ہیں، ایسے اہل علم سارا زور اس پر صرف کرتے ہیں، کہ ''القول الجمیل'' سفر حرمین شریفین سے قبل کی تصنیف ہے ''انفاس العارفین'' کی نسبت حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف مشتبہ ہے، یا انہوں نے اسے بھی سفر حرمین شریفین سے قبل لکھا ہوگا، لیکن یہ زاویۂ نظر حقیقت سے ہم آہنگ نہیں ہے، حضرت شاہ صاحب تصوف کے علمی مباحث پر اپنی رائے رکھتے تھے، اس سے اختلاف کیا جاسکتا ہے، مگر سفر حرمین شریفین کے سفر کے ذریعہ ان کے افکار کو دو حصوں میں بانٹا نہیں جاسکتا۔

فیوض الحرمین، الانتباہ فی سلاسل اولیاءاللہ، الطاف القدس، التفہیمات الالٰہیہ، الخیر الکثیر، الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین، حضرت شاہ صاحبؒ کے وہ رسالے اور کتابیں ہیں، جن میں انہوں نے تصوف کے مسائل اور خواب، مبشرات، مکاشفات سے گفتگو فرمائی ہے، انہیں یہ کہہ کر گذارا نہیں جاسکتا کہ یہ سب حرمین شریفین سے قبل کی رائے ہے، یہ چیزیں حرمین کے زمانۂ قیام کے بعد لکھی گئیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے افکار وآراء پر تفصیلی جائزہ کی ضرورت ہے، خواہ اس کا تعلق تصوف کے علمی اور نظری پہلوؤں سے ہو، یا کلام اور فقہ کے مسائل میں ان کی ترجیحات سے، یا ان کے قلمی اور ادبی انداز اور آہنگ سے ہو-- ان گوشوں میں ان کی تحقیق اور رائے پر گفتگو کی جاسکتی ہے اور کسی نتیجہ تک پہونچا جاسکتا ہے --اس مختصر مقالہ میں اتنی گنجائش نہیں ہے --حضرت شاہ صاحبؒ نے تصوف کے علمی پہلو پر جو اجتہادی خدمت انجام دی ہے اور غیر محسوس طریقہ پر طالبان راہ طریقت کی جیسی رہنمائی فرمائی ہے، وہ ان کا بڑا کارنامہ ہے اور ماضی کے نقوش پر قائم رہتے ہوئے نئی راہوں کی تلاش کی جو خدمت انہوں نے انجام دی، وہ ہر لحاظ سے اس لائق ہے کہ اسے دماغوں میں اتارا جائے، دلوں میں بسایا جائے اور زندگی کا حصہ بنایا جائے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے طالبان راہ طریقت کی رہنمائی کے لیے ''القول الجمیل فی بیان سواء السبیل''، لکھی ہے، جس میں سلسلہ عالیہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ کے اوراد ووظائف، اشغال ومراقبہ کی تعلیم موجود

ہے، ساتھ ہی مختلف مرحلوں کے طالب کے لیے ہدایت نامہ بھی ہے اور خاندانی اعمال و وظائف بھی لکھے گئے ہیں، جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے یہ اوراد و وظائف ان کے اور ان کے خاندان کے معمولات رہے ہیں، جن سے فائدہ پہونچا اور جو تقرب الی اللہ اور سیر فی اللہ کا ذریعہ بنے— یہ اوراد و وظائف سبب حقیقی نہیں ہیں، اللہ کا حکم ہوگا تو اس کے اثرات ظاہر ہوں گے، ورنہ نہیں— سبب حقیقی مرضی مولیٰ ہے— حضرت شاہ صاحبؒ اور بزرگان دین نے ایسی تمام تحریروں میں پڑھنے والوں کی صلاحیت پر اعتماد کرتے ہوئے ''بأمر اللہ'' کو محذوف رکھا ہے، اس لیے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ اس طرح کا انداز بیان حضرت شاہ صاحبؒ کے محدثانہ رنگ اور توحید خالص کے ذوق سے میل نہیں کھاتا۔

انہوں نے ''القول الجمیل'' میں ایک جگہ اصحاب کہف کے نام لکھے ہیں بحث یہ کی جاتی ہے کہ یہ نام کہاں سے آئے اور شاہ صاحبؒ نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ''اسماء اصحاب الکھف امان من الغرق والحرق'' بس یہ ''امان'' کا لفظ غضب کر گیا-- کوئی شک نہیں کہ یہ نام کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہیں، لیکن یہ بحث کرنا کہ ''قطعی الثبوت'' ذریعہ سے جو بات ثابت نہ ہو وہ لکھنی نہیں چاہئے-- غیر ضروری بحث ہے، حدیثوں کے عظیم الشان ذخیرہ میں کتنی حدیثیں ہیں، جنہیں قطعی الثبوت کے مرحلہ سے گذارا جاسکتا ہے؟ جس طرح بہت سی تفسیری روایتیں اور عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کے واقعات زبانوں پر تھے، وہ غلط بھی ہوسکتے ہیں، صحیح بھی ہوسکتے ہیں، مفسرین نے انہیں اپنی تصنیفات میں جگہ دی، بعد میں علماء محققین نے ان کا جائزہ لیا اور اپنی رائے دی، اسی طرح اصحاب کہف کے ناموں کا معاملہ ہے، یہ نام ان کا تلفظ اور ان ناموں کی ترتیب میں اختلاف ہے، یہ نام حدیث صحیح سے ثابت بھی نہیں ہیں، لیکن بزرگوں کے تجربات اور مکاشفات نے انہیں مفید پایا تو لکھ دیا۔

جس طرح امام ابوداؤد طیالسی کی ایک سند مسدد بن مسرہد بن مجرہد بن مسربل بن مغربل والی ناموں کا مجموعہ ہے، جس کا کوئی تعلق شفاء امراض سے بظاہر نظر نہیں آتا۔ مگر محدثین کے تجربہ میں یہ بات آئی اور انہوں نے لکھا ہے کہ ان ناموں کے ذریعہ بخار اترتا ہے— یا اگر خیالات منتشر ہوتے ہوں یا جمائی آتی ہو اور اس پر قابو پانے کا ارادہ ہو تو حضرت عمر بن الخطابؓ کا نام لیا جائے، اس سے فائدہ ہوگا، یہ بات حدیث سے ثابت نہیں ہے، مگر اہل علم صوفیاء کرام کا تجربہ ہے— خود نظر بد دور کرنے کے لیے حدیث کی کتابوں میں بعض صحابہ کرام کے جو واقعات لکھے ہیں اور مریض کو غسل دینے کا جو طریقہ لکھا ہوا ہے، وہ صحابہ کرام کا تجربہ ہے، لوگ اس طریقہ پر عمل کرتے تھے۔

اس طرح معاملات میں بزرگوں کی تلاش، ان کا مکاشفہ ان کا تجربہ کام کرتا رہا ہے، وہ یہ سمجھتے تھے کہ الفاظ و حروف کے اپنے خواص و اثرات ہوتے ہیں، اس بنیاد پر وہ اپنی سی تحقیق جاری رکھتے اور جب کسی نتیجہ تک پہنچتے تو اسے بیان کرتے تھے، یہ سلسلہ آج بھی قائم ہے— نظر بد کو دور کرنے کے لیے بعض امراض سے شفاء پانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معوذتین پڑھ کر دم کیا ہے، سورہ اخلاص پڑھ کر بھی دم کیا گیا، سورہ فلق اور سورہ ناس کو دفع سحر کے لیے مفید بتایا گیا، یہ سب الفاظ کلمات اور کلمات کی مخصوص ترکیب و ترتیب کے نتائج ہی تو ہیں، جو اللہ کے حکم سے ظاہر ہوتے ہیں— یہی نہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام اللہ کے علاوہ دوسرے کلمات بھی مریضوں پر پڑھے ہیں ''اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر کل ما خلق'' قرآن پاک کے الفاظ نہیں ہیں، مگر قلب اطہر صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے فوائد ظاہر کئے گئے، مریضوں پر پڑھا گیا اور اس کا فائدہ ہوا — یہ یقینی ہے کہ فائدہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا، ذریعہ یہ الفاظ تھے، خود پڑھنے والے کی زبان کا اثر اس کے خشوع و خضوع اور انابت الی اللہ کا بھی اس میں دخل ہوتا ہے۔

الفاظ کے اپنے اثرات اور پڑھنے کے مواقع کا بھی فرق ہوتا ہے اور بعض مقامات پر اس فرق کی تعلیم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی:

'' عن عوف بن مالک انه حدثهم ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قضی بین رجلین فقال المقضی علیه: حسبی اللّٰه ونعم الوکیل، فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ردوا علیّ الرجل فقال:

ماقلت؟ قال :حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل ،فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ یلوم علی العجز ولکن علیك بالکیس، واذا غلبك امرفقل: حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل "۔

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:"عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: اذا رآی احدکم الرؤیا یکرھھا، فلیبصق عن یسارہ ثلاث مرات ولیستعذ باللّٰہ من الشیطان ثلاثاً ویتحول عن جنبہ الذی کان علیہ "۔

اس روایت میں برے خواب دیکھنے والوں کے لیے تین ہدایتیں ہیں، بائیں طرف تین بار تھوکنا،تعوذ تین بار پڑھنا، پہلو بدل لینا -- حضرت عوفؓ کی روایت میں الفاظ کے مواقع بتائے گئے،دوسری روایت میں تعوذ کی تعداد متعین کی گئی، بائیں طرف تھوکنے اور پہلو بدلنے کی تعلیم دی گئی، یہ دعاء یا تعوذ کی ترتیب وترکیب ہے --اس روایت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ ’’ایسا کرے تو اللہ کے حکم سے فائدہ ہوگا‘‘--ایسا کہنے کی ضرورت نہیں تھی،صاحب ایمان کے دل میں یہ بات پہلے سے متعین ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ترکیب وترتیب بیان فرمائی وہ رہنمائی کرتی ہے، کہ الفاظ وکلمات کے اثرات کے ساتھ اس کی ترتیب بھی قائم کرنے کی ضرورت پڑسکتی ہے!

علماء اور اساتذہ کے لیے فقیہ الامتؒ کی چند وصیتیں

تخریج وترتیب: حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

فقیہ الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے اپنے شاگرد رشید اور خصوصی نیازمند حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کو جب ڈابھیل کی تدریسی خدمت کے لیے روانہ فرمایا،تو بطور وصیت یہ چند باتیں ارشاد فرمائی تھی جو ہم سبھی حضرات کے لیے لائق تقلید ہیں۔

۱-عہدہ اور منصب مت طلب کرنا کہ مجھے فلاں کتاب پڑھانے کو دیا جائے، یا فلاں منصب حوالے کیا جائے۔

۲-تنخواہ کے سلسلہ میں تو تو میں میں مت کرنا کہ میری تنخواہ اتنی کردو یا اس میں اضافہ کردیا جائے۔

۳-اگر کوئی شخص یہ کہے کہ تم تو پڑھانے کے لائق نہیں ہو،تو دل سے اس کا اقرار کرنا اور کہنا کہ ہاں بھئی! میں تو بالکل لائق نہیں،مگر مدرسہ والوں نے مجھے بٹھادیا ہے، اللہ مجھے اس کی لیاقت دے، تاکہ مجھ سے اچھی طرح کتابوں کا حق ادا ہو۔

۴-اگر کوئی طالب علم سوال کرے تو شفقت سے اس کا جواب دینا اگرچہ وہ بطور طعن سوال کرتا ہو۔

۵-کسی جگہ سمجھ میں نہ آئے تو دو رکعت صلاۃ الحاجۃ پڑھ کر دعا مانگنا اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو ایصال ثواب کرنا بشرطیکہ مصنف مسلمان ہو۔

۶-دوسرے اساتذہ کی طرف منسوب کتابوں میں کسی طالب علم کو بتلانے میں احتیاط کرنا۔

۷-طلباء سے خدمت نہ لینا،حضرت حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنے کسی مرید یا شاگرد سے خدمت لینا حرام سمجھتا ہوں۔

۸-طلبا سے اختلاط نہیں رکھنا چاہئے، اس لیے کہ اس میں مختلف اغراض سے آنے والے ہوتے ہیں۔

۹-طلبا کا احسان مانو کہ انھوں نے اپنے قلوب کی صاف وشفاف زمین آپ کے علم کی تخم ریزی کے لیے ہموار کی، ورنہ آپ کا علم یوں ہی ضائع ہوتا۔

۱۰-طلباء مختلف اغراض سے اشکالات کرتے ہیں،کوئی اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لیے،کوئی اپنی صلاحیت دکھلانے کے لیے،کوئی استاذ کو پریشان کرنے کے لیے وغیرہ وغیرہ،مگر سب کا جواب علی اسلوب تحکیم دینا، مناظرانہ انداز نہ ہو۔

۱۱-روزانہ متعلقہ درسی کتاب کے مصنف کو تین مرتبہ ’’قل ہواللہ احد‘‘ پڑھ کر ایصال ثواب کرنا، بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

۱۲-اگر کوئی بات اسباق کے دوران غلط کہہ دی جائے، تو اس سے رجوع کرنے میں تأمل نہ کرنا۔

۱۳-مطالعہ کے بغیر کبھی کوئی کتاب نہ پڑھانا۔

۱۴-اسباق کی مشغولیت کی وجہ سے ذکر وتلاوت وتسبیحات وغیرہ جیسے معمولات کو ترک مت کرنا۔

گوشۂ خواتین

چوتھی قسط

\CLIPS\ not found \CLIPS\ not found.

اسلام میں پردہ کی اہمیت

سارہ عزیزی ناظمہ جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات، مظفرآباد

قرآن کریم میں پردہ کی اهمیت:

قرآن کریم میں پردۂ نسواں اور اس کی تفصیلات کے متعلق سات آیتیں نازل ہوئی ہیں، چار سورہ احزاب میں اور تین سورہ نور میں، اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پردہ کے متعلق سب سے پہلے نازل ہونے والی یہ آیت ہے ''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ الآیۃ ''۔

''یعنی اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں (بے بلائے مت جایا کرو) مگر جس وقت تم کو کھانے کے لیے (آنے کی) اجازت دی جائے (تو کوئی مضائقہ نہیں مگر تب بھی) اس طرح کہ کھانے کی تیاری کے منتظر نہ رہو، اور جب تمہیں بلایا جائے، تب جایا کرو، پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں (جی لگا کر) مت بیٹھا کرو، اس بات سے نبی کو (ناگواری) ہوتی ہے، سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ صاف بات کہنے سے کسی کا لحاظ نہیں کرتا، اور آئندہ ان (ازواج مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر (کھڑے ہو کر وہاں سے) مانگا کرو، یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تم کو جائز نہیں کہ اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچاؤ، اور نہ یہ جائز ہے، کہ تم آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو، یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری ومعصیت کی بات ہے''۔

سورہ احزاب کی اس آیت میں عورتوں کے لیے حجاب اور پردہ کو فرض قرار دیا گیا ہے، اس آیت کے نزول سے پہلے عورتوں کے لیے حجاب اور پردہ ضروری نہیں تھا، مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت میں گو خطاب خاص ازواج مطہرات کو ہے، مگر حکم عام ہے۔

اس جگہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مذکورہ آیت میں احکام حجاب کے اولین مخاطب جو مرد وزن ہیں، ان میں عورتیں تو ازواج مطہرات ؓ ہیں جن کے دلوں کو پاک صاف رکھنے کا حق اللہ تعالیٰ نے خود ذمہ لیا ہے۔

دوسری طرف وہ صحابہ کرام ؓ ہیں جن میں بہت سے حضرات کا مقام فرشتوں سے بھی آگے ہے، جب قرون اولیٰ کے ان پاکیزہ حضرات کے زیادہ مخاطب ہوئے، کیونکہ قرب قیامت کی وجہ سے فسق وفجور اور شہوانیت ونفس پرستی میں مسلسل اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے، چنانچہ آج کون ہے جو اپنے نفس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نفوس سے پاک اور اپنی عورتوں کے نفوس کو ازواج مطہرات ؓ کے نفوس سے پاک ہونے کا دعویٰ کر سکے، اور یہ سمجھے کہ ہمارا عورتوں کے ساتھ اختلاط کسی خرابی کا موجب نہیں ہے۔

غیر محرم مردوں سے گفتگو میں احتیاط:

دوسری آیت سورہ احزاب میں یہ ہے: یٰنساء النبی لستن کاحدٍ من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض وقلن قولاً معروفاً۔ (سورہ احزاب آیت ۳۲)

''یعنی اے نبی کی بیبیو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو (بشرطیکہ) تم تقویٰ اختیار کرو، تو تم (نامحرم مرد سے) بولنے میں (جب کہ بضرورت بولنا پڑے) نزاکت مت کرو، کہ (اس سے) ایسے شخص کو (طبعًا) خیال (فاسد پیدا) ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی (اور بدی) ہے اور قاعدے کے موافق بات کہو''

اس آیت سے یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو چاہئے کہ نامحرم مردوں سے گفتگو کرتے ہوئے احتیاط سے کام لیں، اپنے لہجہ میں

لوچ، نرمی اور مٹھاس پیدا نہ کریں اور نہ ہی بلاضرورت باتیں بنائیں، تا کہ کسی بدباطن کوان کے بارے میں براخیال لانے کی جرأت نہ ہو۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ''فلا تخضعن بالقول'' یعنی کسی غیر محرم سے پس پردہ بات کرنے کی ضرورت بھی پیش آئے تو کلام میں اس نزاکت اور لطافت کے لہجہ سے بتکلف پرہیز کیا جائے جو فطرۃً عورتوں کی آواز میں ہوتی ہے، مطلب اس نرمی اور نزاکت سے وہ نرمی ہے جو مخاطب کے دل میں میلان پیدا کرے جیسا کہ اس کے بعد فرمایا ہے فیطمع الذی فی قلبه مرضٌ یعنی ایسی نرم گفتگو نہ کرو جس سے آدمی کو طمع اور میلان پیدا ہونے لگے جس کے دل میں مرض ہو، مرض سے مراد نفاق یا اس کا کوئی شعبہ ہے، اصل منافق سے تو ایسی طمع سرزد ہونا ظاہر ہی ہے لیکن جو آدمی مؤمن مخلص ہونے کے باوجود کسی حرام کی طرف مائل ہوتا ہے، دراصل یہ بھی نفاق کا ایک شعبہ ہی ہے، ایمان خالص جس میں شائبہ نفاق کا نہ ہو، اس کے ہوتے ہوئے کوئی حرام کی طرف مائل نہیں ہوسکتا (مظہری)

خلاصہ اس ہدایت کا عورتوں کے لیے اجنبی مردوں سے اجتناب اور پردہ کا وہ اعلیٰ مقام حاصل کرنا ہے، جس سے اجنبی ضعیف الایمان کے دل میں کوئی طمع یا میلان پیدا ہو سکے کہ یہ اس کے پاس بھی نہ جائیں، کلام کے متعلق جو ہدایت دی گئی ہے اس کو سننے کے بعد بعض امہات المومنین اس آیت کے نزول کے بعد اگر غیر مرد سے کلام کرتیں تو اپنے منھ پر ہاتھ رکھ لیتیں تا کہ آواز بدل جائے، اسی لیے حضرت عمرو بن العاص کی ایک حدیث میں ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ عورتیں (کسی غیر محرم سے) بغیر شوہروں کی اجازت کے بات کریں۔ (پردہ کے شرعی احکام ص ۲۱)

عورتوں کو گھروں میں رہنے کا حکم:

تیسری آیت سورہ احزاب کی یہ ہے جس میں ازواج مطہرات کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گھروں میں بیٹھیں ارشاد باری ہے۔

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن الجاهلية الاولى الاية

یعنی تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو (مراد اس سے یہ ہے کہ محض کپڑا اوڑھ کر اور لپیٹ کر پردہ کر لینے پر کفایت مت کرو، بلکہ پردہ اس طریقہ سے کرو، کہ بدن مع لباس نظر نہ آئے جیسا کہ آج شرفاء میں پردہ کا طریقہ متعارف ہے کہ عورتوں گھروں ہی سے نہیں نکلتیں، البتہ مواقع ضرورت دوسری دلیل سے مستثنیٰ ہیں'' (معارف القرآن ج ۷ ص ۱۲۵)

اس آیت سے یہ حکم معلوم ہوا کہ عورتوں کے پردہ کی سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں اور بلاضرورت شرعیہ باہر نہ نکلیں اور یہی پردے کی وہ صورت ہے جسے حجاب بالبیوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ قدرت نے عورت کی تخلیق اس انداز میں کی ہے کہ وہ اپنے گھر کی چار دیواری میں گھریلو کاموں میں مشغول ہو کر ہی سکون واطمینان کی زندگی گزار سکتی ہے اور معاشرے حقیقی فلاح و بہبود بھی اسی میں ہے، اس طی فطری ساخت اسے روکتی ہے کہ وہ معاشی جدوجہد کے لیے مردانہ وار گھر سے نکلے اور وہ تمام مشکلات برداشت کرے جن سے نبرد آزما ہونے کی مکمل صلاحیت صرف مرد میں رکھی گئی ہے۔ پھر اس آیت میں جو یہ کہا گیا کہ ''تم جاہلیت اولیٰ کی عورتوں کی طرح کھلی بندوں نہ پھرو'' اس سے معلوم ہوا کہ اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں بھی عورتیں آزادانہ، بے محابہ، بے حیائی اور بے پردگی سے پھرا کرتی تھیں، چنانچہ قرون اولیٰ کے مفسرین نے اس کی جو کچھ تفسیر کی ہے، وہ وہی ہے جو اس زمانہ جاہلیت میں رائج تھی، انہیں پڑھئے اور آج کی جاہلیت جدیدہ کو اس پیمانے پر ناپئے، تو معلوم ہوگا کہ آج انسان حقیقی جاہلیت کے زمانہ سے بھی زیادہ جاہل ہو چکا ہے حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ ''تبرج'' عورت کا اتراتے، اٹھلاتے، اور مٹکتے ہوئے چلنا ہے، مقاتل کہتے ہیں کہ ''تبرج'' یہ ہے کہ عورت اپنے دوپٹہ کو محض سر پر ڈال لے اور اس سے اپنے جسم اور حسن کی اس طرح نمائش کرے کہ جس سے مردوں کے شہوانی جذبات بھڑک اٹھیں (روح المعانی ج ۲۳ ص ۸۷)

شخصیات

حضرت مولانا محمد امین نصیر آبادی اور ان کی فقہی بصیرت

مولانا مفتی رحمت اللہ نیپالی مدرسہ فلاح المسلمین امین نگر رائے بریلی

حضرت مولانا سید محمد امین صاحبؒ ایک مردم خیز و مردم ساز قصبہ ''نصیر آباد'' کے ایک دانشور چمنستان علم وفن کے دیدہ ور، بحر فقہ کے شناور، اپنے عہد میں علماء وصلحاء اور اتقیاء کے سرخیل اور ان کا قافلۂ سالار، شبستان فضل ومعرفت کے گوہر شب تاب اور کلام نبوت کے رمز شناس تھے اور حفظ وذکاء، تفقہ وتبحر، عبقریت وجامعیت، انفرادیت ونابغیت میں اپنی مثال آپ تھے، اپنی پاکیزہ زندگی میں درویشی وزہد، قناعت وتوکل، خودی وخداری، تقوی وپرہیزگاری، اتباع سنت وجاں نثاری، عشق رسول ؐ وفداکاری کا ایک حسین سنگم تھے اور ایک امتیازی شان ونرالی پہچان رکھتے تھے۔

آپ ہی نے اپنے نفس گرم اور قلب کی سوز وتپش سے دلوں کی سرد انگیٹھیوں کو گرمایا اور بجھی ہوئی چنگاری کو فروزاں کیا، آپ ہی کے قدم قدم سے اس علاقہ کی تقدیر بدلی، قسمت چمکی، کفر وشرک کے دبیز پردے چاک ہوئے، بدعات وخرافات کی تیرگی کافور ہوئی اور حالات کی کایا پلٹ ہوگئی، حتی کہ اجڑا گلستاں اور خزاں رسیدہ چمن نغمۂ توحید سے معمور ہوکر ایک بقعۂ نور بن گیا اور کبوتر کے تن نازک میں شاہین کا جگر پیدا ہوگیا، یہ علاقہ آپ کے احسانات کا مرہون منت ہے، آپ کے وعظوں سے ایمان وایقان کی ایسی باد بہاری چلی کہ نسیم رشد وہدایت کے دلنواز ومشکبار جھونکوں نے طالبین حق کو اپنی آغوش میں لے لیا۔

قصہ مختصر- یہ ایک ایسی ہستی تھی جس نے اپنی جملہ متاع حیات اعلاء کلمۃ الحق کے لئے وقف کردی اور سارا اثاثہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی راہ میں لٹادیا۔

تاریخ اسلام عبقری شخصیات اور ممتاز ومایہ ناز مردان کار سے لبریز ہے اور اس کی جبین اپنے اسلاف کے روشن کارناموں سے تاباں ودرخشاں ہے، ہماری کامرانی وخوشبختی کا سربستہ راز انہیں کے تذکروں میں مضمر وپنہاں ہے۔

حضرت سید صاحب کی شخصیت انہیں نامور وقابل فخر فرزندان اسلام اور لائق صد مبارک باد اسلاف کے سلسلۃ الذہب کی ایک سنہری کڑی تھی۔

اگر سید صاحب کی کتاب حیات کی ورق گردانی کی جائے اور ان کے کاروان زندگی کا بنظر غائر مطالعہ کرکے پوری زندگی کا جائزہ لیا جائے اور تمام شعبہ ہائے حیات کو مدنظر رکھ کر خلاصہ نکالا جائے تو میری ناقص معلومات اور محدود علم میں بلاخوفِ تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ آپ کی زندگی دو لفظوں سے عبارت تھی ''علم'' اور ''عمل''

علم میں انتہائی رسوخ اور غایت درجہ کا کمال وبنوع، اور عمل میں پوری للّٰہیت اور حد سے بڑھی ہوئی اتباع سنت۔

بصیرت کا تعلق ذہانت وفطانت سے ہے، آدمی جس قدر ذہین وفطین ہوگا اتنی ہی اس کی بصیرت تیز ہوگی، سید صاحب میں غیر معمولی عقل وفہمیدگی کی قوتیں موجود تھیں، آپ اپنے زمانہ میں عدیم النظیر دل ودماغ، حافظہ اور قوت یادداشت کے مالک تھے، قدرت کے دست فیاض نے آپ کے اندر گوناگوں خصوصیات اور مختلف کمالات وامتیازات ودیعت فرمادی تھی اور بے شمار صلاحیتیں ولیاقتیں سمیٹ کر رکھدی تھی، چنانچہ آپ بیک وقت متکلم بھی تھے اور فقیہ نفس بھی،

مفتی وقاضی بھی تھے اور امام وہادی بھی، فکر ونظر میں گہرائی ووسعت بھی تھی اور پیشانی پر تفقہ کی چمک بھی، غرض یہ کہ آپ بیدار مغز، بالغ نظر، ژرف نگاہ، دوررس، معاملہ فہم، نکتہ سنج، محقق ومدقق اور مصلح ومجدد، سب کچھ تھے، سید صاحب کی طباعی وذہانت کا اندازہ کرنے کے لیے یہی جان لینا کافی ہے کہ آپ نے اپنے متعلق بطور تحدیث نعمت، خود فرمایا الحمدللہ پچیس ہزار حدیثیں یاد ہیں؛ لیکن دعوائے اجتہاد نہیں۔

آپ کے برادر مکرم مولانا سید محمد متین صاحب کا بیان ہے کہ بھائی نے حرف بحرف کامل صحیحین مجھ کو زبانی سنایا تھا۔

اسی ذہانت کا نتیجہ تھا کہ آپ پیچیدہ سے پیچیدہ اور اہم سے اہم مسئلہ بڑی آسانی اور خوش اسلوبی سے حل فرمادیتے اور الجھی ہوئی گتھی بطریق اَحسن سلجھادیتے، ہر معاملہ کی عقدہ کشائی میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

رنگون کی جامع مسجد کے امام وخطیب مولانا عبدالحی مرحوم نے آپ کے پاس رویت ہلال کے بارے میں ایک استفتاء عربی میں بھیجا، آپ نے اس کا ایسا مفصل ومدلل اور تشفی بخش جواب تحریر فرمایا کہ اسے پڑھ کر مستفتی یہ لکھنے پر مجبور ہوگیا کہ ''خدا نے موصوف کو قوت اجتہاد بخشی ہے، یہ سوال وجواب ''مجموعۃ الفتاوی'' کے سات صفحات پر مشتمل ہے، مسئلۂ معراج اور معجزۂ شق القمر پر ایسا وعظ فرمایا کہ اسے پڑھ کر آپ کے خداداد حافظہ پر حیرت ہوتی ہے اور بے ساختہ زبان سے یہی نکلتا ہے، کہ خدایا یہ علوم وفنون کا کتب خانہ ہے یا کوئی عہد اول کی یادگار۔

آپ کے علمی مقام ومرتبہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے محترم ومحبوب استاذ، فقیہ ہند علامہ عبدالحی فرنگی محلی نے آپ کو مکاتیب میں جا بجا کبھی ''جامع فضائل وفواضل'' اور کبھی جامع فضائل وکمالات'' جیسے بلند خطاب سے نوازا ہے، تو کہیں ''اذکیائے زماں، فاضل دوراں'' اور کہیں ''مجمع کمالات صوری ومعنوی'' جیسے القاب سے یاد فرمایا ہے۔

آپ فقہ وفتاوی میں نابغۂ روزگار شخصیت اور فقیہ ہند علامہ عبدالحیؒ فرنگی محلی کے خصوصی تربیت یافتہ تھے، جن کے بارے میں مؤلف ''نزہۃ الخواطر'' جیسے بالغ نظر ودیدہ ور اور غایت درجہ محتاط مؤرخ نے لکھا ہے، "انفرد فی الهند بعلم الفتوی" اور چند سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں" وله فی الاصول والفروع قوة كاملة۔" وقدرة شاملة، وفضيلة تامة واحاطة عامة ...... والحاصل انه كان من عجائب الزمن ومن محاسن الهند، وكان الثناء عليه كلمة اجماع الاعتراف بفضله ليس فيه نزاع"

اس زریں شہادت کے بعد اس کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہ رہا کہ ایسے باکمال استاذ کا خصوصی تربیت یافتہ تلمیذ رشید کس پایہ کا ہوگا اور اس کا مبلغ علم اور فقہی تفوق کیا ہوگا؟ سچ ہے "والبلد الطيب يخرج نباته باذن ربه والذی خبث لا يخرج الا نكدا" یہی وجہ تھی کہ سید صاحب اپنے استاذ محترم علامہ فرنگی محلی کی اداؤں کے شیدائی اور ان کے طرز نگارش کے عاشق وفدائی تھے، وعظ ومسائل کی تحقیق میں ایک ہی رنگ اور عربی وفارسی تحریروں میں ایک ہی انداز وڈھنگ ہے، جو ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہے، حتی کہ فکر سے فکر، قلم سے قلم اور طرز سے طرز ملتا ہوا دکھائی پڑتا ہے اور دونوں میں بڑی یکسانیت ومناسبت پائی جاتی ہے۔

آپ مسائل کا استنباط کتاب وسنت سے کرتے، فتوی مذہب حنفی کے مطابق دیتے؛ لیکن آپ میں مجتہدانہ صلاحیت پائی جاتی تھی، دوران وعظ آیات کی تفسیر میں فقہی وعلمی مسائل پر ایسے مجتہدانہ انداز میں روشنی ڈالتے کہ اہل علم اور عوام دونوں اثر میں ڈوب جاتے، آیات کی تفسیر کے ضمن میں آپ کے فقہی اجتہادات کے تعلق سے مؤلف ''یادگار سلف'' اپنے اثر خامہ کو مہمیز کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

''فقہی اجتہادات میں زیادہ تر آپ نے استنباط سے کام لیا ہے اور بعض جگہ متاخرین پر سخت جرح فرمائی ہے، صاحب فتح القدیر اور علامہ ابن تیمیہ وابن قیم وابن حزم سے زیادہ دلچسپی ہے''

سید صاحب کا مسلک:

سید صاحب کے بارے میں مؤلف ''یادگار سلف'' نے صفحہ ۳۸ پر

تحریر فرمایا ہے:

''آپ جملہ مسائل اعتقادی وفقہی کو کتاب وسنت سے تطبیق فرمایا کرتے ، فتوی مذہب حنفی پر دیتے تھے ، سید صاحب اپنے ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں:

الحاصل این عاجز وناتواں، پرعصیاں وناکارہ، خطا کار وگنہگار، شرمسار، امیدوار غفار وستار، وبخشش وامروزش آمرزگار، نہ قطب شمال نہ جنوب، نہ ناصر نہ منصور، نہ شبلی نہ جنید، کمترین محمد امین محمدی دیناً، وحسنی الحسنی نسباً، وحنفی مذہباً نقشبندی مشرباً، وعربی وطناً، ومن النبی الأمی العربی ارثاً ورثاً''۔

اسی طرح سید صاحب کے غیر مطبوع ''مجموعۃ الفتاوی'' کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت آشکارا ہوجاتی ہے کہ آپ اصلاً حنفی ہی تھے اور اسی کے مطابق فتوی دیتے تھے ، البتہ بعض مسائل میں آپ کا عمل براہ راست حدیث یا اپنی تحقیق وترجیح پر تھا، جیسا کہ اس کی تفصیل چند نمونوں کے ساتھ آیا چاہتی ہے۔

اعتدال وتوازن :

حضرت سید صاحب کی فکر میں اعتدال وتوازن تھا، اس لیے اختلافی مسائل میں لا طائل بحث ومباحثہ اور جدل وجدال سے بہت احتراز فرماتے تھے اور ایسے لوگوں پر بہت خفگی وبرہمی کا اظہار فرماتے جو مسائل اختلافیہ کو سلجھانے کے بجائے الجھا کر ملت میں انتشار پیدا کرکے باہمی تفریق کی تخم ریزی کردیتے ہیں، مؤلف ''یادگار سلف'' اسی سلسلہ میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت سید صاحب اصلاح وتجدید کے سلسلے میں ان مباحث فقہیہ کے اختلاف پر دل سے برستے تھے جو آج کل نام نہاد مولویوں کے لیے اسلحۂ جنگ کا کام دے رہے ہیں اور بلا خوف لومۃ لائم تقلید وعدم تقلید، آمین بالسر والجہر وغیرہ لا طائل مباحث پر جھگڑنے اور جمعہ وجماعت میں تفریق ڈالنے کو سخت نفرت کی نظر سے دیکھتے اور زبان سے اس کا اظہار کرتے تھے''

نماز میں عمامہ کا حکم و درجہ :

ایک صاحب نے سید صاحب سے یہ استفسار کیا کہ وہ نماز جو عمامہ کے ساتھ پڑھی جائے، کیا بغیر عمامہ والی نماز پر کوئی فضیلت رکھتی ہے؟ اور اس ضمن میں عمامہ کے ساتھ پڑھنے کی فضیلت پر ایک حدیث بھی نقل کی۔

سید صاحب نے فتوی کا محققانہ جواب دیکر ایک مستقل رسالہ ہی تصنیف فرمادیا، جس میں یہ واضح کردیا ہے کہ عمامہ سنن زوائد میں سے ہے، اس لیے کوئی فضیلت نہ ہوگی اور جو حدیث نقل کی گئی ہے ، وہ موضوع اور بے اصل ہے۔

یہ رسالہ ''اسوۂ حسنہ فیما ثبت بالسنۃ'' کے نام سے عربی زبان میں چھپ کر شائع ہوچکا ہے، پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

جمعہ فی القریٰ :

جمعہ فی القری کے مسئلہ میں سید صاحب کا نقطۂ نظر اور تحقیق یہ ہے کہ ''نماز جمعہ'' مثل نماز پنجگانہ کے فرض ہے، جو شرطیں ان میں ہیں وہ اس میں ہیں فقط دو خطبوں کی زیادتی ہے، شہر ہو یا دیہات ، ہر جگہ بلا شرط شہر و بادشاہ یا نائب اس کے صحیح ہے۔اس مسئلہ پر مستقل سات صفحے میں انتہائی عالمانہ ومجتہدانہ اور مدلل ومفصل جواب تحریر فرمایا ہے جو'' مجموعۃ الفتاوی'' کے صفحہ ۱۳۸ر سے لے کر صفحہ ۱۴۴ر تک ممتد ہے۔

۱۹۲۲ء کے قریب جب لوگوں نے اس مسئلہ کو زیادہ ہوا دی حتی کہ آپسی اختلاف کا سبب بنادیا، تو آپ کئی کئی ہفتہ تک اعظم گڈھ کے علاقہ میں اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے اور وعظ فرماتے رہے ، مسائل علمی پر اس تحقیق وانصاف اور جامعیت کو دیکھ کر حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب نگرامی ندویؒ نے فرمایا تھا کہ: میں نے اتنی جامعیت کا کوئی رسالہ بھی نہ پڑھا اور وعظ تو سنا ہی نہیں۔

معلوم ہونا چاہئے کہ آپ وہی مولانا عبدالرحمٰن نگرامی ہیں، جن کی عمر عزیز کو گلشن حیات کی ۲۶ر بہاروں سے زیادہ دیکھنا نصیب نہ ہوا، انھوں نے کم عمری کے باوجود بھی عالمی شہرت یافتہ درسگاہ ندوۃ العلماء کی مسند تفسیر وادب کو زینت بخشی اور اس کے شیخ التفسیر والادب ہوئے ،

ان کے استاذ محترم علامہ سید سلیمان ندوی نے منصب تدریس کے لیے ازخود انہیں ندوہ طلب کیا تھا۔

مفکر اسلام مولانا علی میاں ندویؒ نے ان کے تعلق سے ''پرانے چراغ'' میں لکھا ہے کہ میں نے اپنے زمانۂ طالب علمی میں طلبہ کو کسی استاذ کا ایسا گرویدہ نہیں دیکھا جتنا مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے شاگردوں کو ان کا۔ ''كفا كم به امام يشهد اماماً''

فجر میں غلس یا اسفار؟

سید صاحب دیگر نمازوں کی طرح نماز فجر بھی اول (غلس میں) ادا فرماتے، جو لوگ تاخیر سے نماز پڑھنے کے عادی ہیں اور سورج نکلتے نکلتے نماز پڑھنے کو اسفار سے تعبیر کرتے ہیں، سید صاحب ان کے مخالف تھے اور فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب اول وقت نماز پڑھنے کا رہا ہے۔

چنانچہ خطیب بغدادی نے سفیان بن عیینہ کا قول نقل کیا ہے، کہ امام ابوحنیفہ اول وقت نماز ادا کرتے تھے اور ہمارے زمانہ میں ان سے زیادہ نماز پڑھنے والا کوئی مکہ میں نہیں آیا۔

انگریزی تعلیم:

سید صاحب عربی تعلیم کے ساتھ انگریزی تعلیم دلانے کے قائل نہ تھے، بلکہ فرماتے، اس کے لیے اسکول اور کالج ہیں، مدارس کے نصاب میں عربی کے ساتھ انگریزی پڑھانا ایسا ہی ہے جیسے بالائی کے ساتھ سنکھیا کھلانا، اس لیے عربی زبان کے چشمۂ صافی کو انگریزی سے گدلا نہیں کرنا چاہئے، اس کی وجہ یہ تھی کہ انگریزوں سے آپ کو سخت نفرت تھی، حتی کہ بعض منی آرڈر یہ کہہ کر واپس فرما دیا کہ ''نصاری کی ملازمت کے پیسے میرے نزدیک جائز نہیں'' اس لیے زندگی بھر ان کی عدالت میں جانے سے بچے رہے، جب کہ مخالفین خصوصاً اہل تشیع نے حاضر عدالت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔

احکام شرعیہ میں صلابت وتشدد:

احکام شرعیہ میں متشدد ومتصلب واقع ہوئے تھے، ہر بات کتاب وسنت سے مدلل فرماتے، کبھی بھی کوئی بات بلا دلیل یا کمزور دلیل کے ساتھ نہ فرماتے، محدثات ورسومات میں مداہنت نہ برتتے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے میں کوئی مصلحتِ وقت حائل نہ ہوتی اور نہ کبھی مسامحت وچشم پوشی رکاوٹ بنتی، اگر مباحثہ ومناظرہ کی نوبت آجاتی تو اس سے بھی پیچھے نہ ہٹتے، بلکہ فریق مخالف کو ایسا دنداں شکن جواب دیتے کہ وہ انگشت بدنداں رہ جاتا اور حاضرین محو حیرت ہو جاتے۔

شہر ملتان میں جب آپ کا ورود باسعود ہوا اور آپ کے کارواں نے قیام کیا تو شرک وبدعات کا بچشم خود مشاہدہ کر کے سید صاحب بے خود ہو گئے اور جمعہ میں حسب معمول جم کر امحاء شرک وبدعت اور احیاء سنت پر، پرزور اور نہایت مؤثر وعظ فرمایا اور ڈنکے کی چوٹ پر قبر پرستی، تعزیہ داری، اور پیر مریدی وغیرہ کا بدلائل ابطال کیا، جب سے ارباب بدعت بوکھلا اٹھے اور ایوان بدعت میں زلزلہ آگیا، انہوں نے مناظرہ کی ٹھان لی اور دوران وعظ ہی سات سوالات کر ڈالے، جن کا جواب سید صاحب نے مدلل بحوالہ کتب معتبرہ حنفیہ دیا، جس سے وہ لاجواب ہو گئے اور اپنا سا منھ لے کر رہ گئے، دلچسپ بات یہ ہے کہ جب سبکی محسوس کی اور کچھ نہ کر سکے تو انہوں نے فرضی سوالات قائم کر کے جواب طلب کیا، مقصد، بحث میں الجھا کر لاجواب کرنا تھا، لیکن حضرت سید صاحب جیسے بحر زخار نے معاً فرمایا:

''قرون ثلاثہ میں سلف کا یہی طریقہ تھا کہ فرض کی ہوئی صورت کا مسئلہ نہ بتلاتے تھے، تاوقتیکہ وہ صورت واقع نہ ہو''۔

اس پر معاندین نے کہا کہ فتاوی شامی اور عالمگیر یہ وغیرہ کتب فتاوی میں تو ہزاروں بلکہ لاکھوں مسائل جزئیہ موجود ہیں، جن کا وجود نہیں ہے اور نہ اب تک پیش آئے ہیں، پھر ان کا کیا جواب ہے؟

اس پر سید صاحب نے صاف فرمایا کہ ''اس کی ذمہ داری فقیر پر نہیں، ان حضرات پر ہے، اس کا صحیح حل تو وہی فرمائیں گے''۔

اس مسکت جواب پر پھر وہ آگے ہمت وجرأت نہ کر سکے۔

بے جا تأویل سے اجتناب:

سید صاحب بے جا تاویل کو فریب نفس سے تعبیر فرماتے تھے اور بے

جاتوجیہہ آپ کوسخت ناپسند تھی،اسی سلسلہ کا ایک واقعہ سماعت فرمائیں:

''۱۹۱۲ء میں جب برما کا سفر کیا تو ماندلہ کے قریب ایک مسلم ٹھیکیدار نے جن کو سید صاحب سے بیعت کا شرف حاصل تھا، ایک انگوٹھی طلائی جس میں تین سو سے زائد ہیرے جڑے ہوئے تھے، ہدیہ پیش کیا، سید صاحب نے لینے سے انکار فرمادیا، جب انہوں نے کہا کہ سیدانی صاحبہ کے لیے ہے، تو فرمایا: ''نفس کا دھوکہ ہے جس نے بے جا توجیہہ پر آمادہ کیا ہے، ورنہ پہلے ہی ایک بات کہتے، کیا اس شکل سے حرام سے حلال ہوجائے گی''۔

مجموعۃ الفتاوی - ایک مختصر جائزہ :

یہ فتاوی آپ کی وسعت نظر، فقہی بصیرت اور خداداد حافظہ کی ایک عجیب مثال اور نمونہ ہی نہیں بلکہ شاہکار ہے، جوزیادہ تر عربی اور فارسی میں اور کم اردو میں، مگر اردو، عربی اور فارسی سے زیادہ پیچیدہ ہے، کیوں کہ انداز وہی ہے، جو اس زمانہ میں رائج تھا اور ہر خاص وعام کا مذاق بن چکا تھا، اسے پڑھ کر صدہا مسائل اختلافیہ میں تشفی وتسکین ملتی ہے، اور باہمی اختلاف وجھگڑوں اور نام نہاد مولویوں کے غیر ذمہ دارانہ فتووں سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جاتی ہے۔

فتاوی کی عبارت مقفی ومسجع ہے اور بعض استفتاءات کے جواب میں ضرورت محسوس کرنے پر بعض ان پہلوؤں اور گوشوں کو بھی بے نقاب کردیا گیا ہے جو سوال میں تو مذکور نہیں ہیں؛ لیکن غلطی کا امکان یا احتمال ہے۔

اختصار کے پیش نظر ایک سوال کا صرف جواب بطور نمونہ نقل کیا جاتا ہے، جس میں مسئلہ دریافت کرنے والے نے یہ دریافت کیا ہے کہ جمعہ کے دن خطبہ یا اذان کے وقت سلام وکلام کرنا کیسا ہے؟ اور اس وقت نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب دیا: جب خطبہ پڑھنا شروع کرے خاموش رہے اور خطبہ سنے کمافی الحدیث" اذاقلت لصاحبك یو م الجمعة انصت والامام یخطب فقد لغوت " أخرجه الشیخان عن أبی هریرة انتهی "یا دورکعت تحیۃ المسجد پڑھے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے، مسلم میں جابر سے روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "اذا جاء احدکم الجمعة وهو یخطب فلیر کع رکعتین ولیتجوز فیهما " انتہی اور چار رکعت نہ وقت خطبہ اول نہ ثانی اور مؤذن جب اذان کہتا ہو تو جواب اذان دیوے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے " فقولوا مثل مایقول " کذافی مسلم۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم، حررہ محمد امین حسنی الحسینی تجاوز اللہ عن ذنبہ۔

بعض سوالات کے جوابات بڑے تفصیلی ہیں جو کئی کئی صفحات پر مشتمل ہیں، مثلاً مسئلہ جمعہ فی القری کا جواب سات صفحات میں، ذات باری کے واجب الوجود سے متعلق مسئلہ کا جواب دس صفحات میں اور نماز کے بعد امام کا بآواز بلند دعا کرنا اور مقتدیوں کا اس پر آمین کہنا، اس کا جواب تیرہ صفحے میں سما سکا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ حضرت سید صاحب کی فقہی بصیرت، اجتہادی قوت وصلاحیت، مجتہدانہ شان وشوکت اور زور استدلال کا اندازہ ان کے ''مجموعہ الفتاوی'' کے مطالعہ ہی سے ہوسکتا ہے۔

خدا کرے جلد زیور طبع سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتا کہ اس سے اکتساب فیض ممکن اور استفادہ آسان ہو۔

حسن اتفاق دیکھئے کہ اسی نام سے سید صاحب کے استاذ محترم مولانا فرنگی محلیؒ کے فتاوی بھی شائع ہوئے ہیں:

میں ایسے ولی زماں اور متبع سنت کے آستانۂ عظمت وجلالت پر اپنی حقیر متاع اعتقاد نثار کرتے ہوئے انہیں سلامی پیش کرتا ہوں اور اللہ سے دعا گو ہوں

اللّٰهم انی اسئلك حبك وحب من یحبك وحب عمل یقربنی الی الجنة ۔

☆☆☆☆☆☆

اک شہنشاہ نے بنواکے حسین تاج محل
ہم غریبوں کی محبت کا اڑایا ہے مزاق

محاسبہ

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو نے

مولوی محمد ساجد کھجناوری دارالعلوم دیوبند

مذہب اسلام جو پوری دنیا کے لیے باعث رحمت وسعادت ہے، جس کے سائبان تلے ہی پوری انسانیت ہر قسم کی تپش سے محفوظ رہ سکتی ہے، اپنے روز اول سے ہی انسانیت دشمن اور باطل پرستوں کی نگاہوں میں کھٹکتا رہا ہے، موجودہ دور میں یہ مذہب اپنی شان اور آن کے باوجود غیروں کے نشتر ہائے تنقید وتنقیص کا سامنا کررہا ہے، اس امر کی سنگینی اس وقت اور بڑھ جاتی ہے، جب اپنے ہی کچھ شکست خوردہ اور احساس کمتری کے شکار نادان دوست اسلامی تعلیمات، اس کے نقوش وخطوط پر طنز وتعریض کرکے اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں اور بسا اوقات اس دین مبین کی ایسی تشریح کرتے ہیں جس کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا، ایسا ممکن ہے کہ ان حضرات میں کچھ مخلص بھی ہوں اور ملت کے لیے درددل رکھتے ہوں، مگر حقیقت یہی ہے کہ یہ شعوری اور غیر شعوری طور پر دشمنوں کے آلۂ کار بن رہے ہیں۔

عالم اسلام پر گہری نظر رکھنے والے ممتاز علماء اور اسکالرس کی تازہ تحریروں سے یہ نتیجہ اخذ کرلینا مشکل نہیں ہے کہ اس وقت اسلام اور اس کے متبعین کو دو محاذوں پر جانچنے اور ختم کرنے کی گھناؤنی سازشیں ہورہی ہیں، ایک محاذ کے قیام کا مقصد مسلمانوں کے جسمانی وجود کو نشانہ بنانا جب کہ دوسرے محاذ پر اس کی روحانی قوت اور غذا کو ٹارگیٹ کرنا شامل ہے، پہلے محاذ پر لڑی جانے والی جنگ کے خط وخال اس کی شرانگیزی اور تباہی ہر صاحب چشم وگوش کے سامنے ہے، یہ جنگ افغانستان سے ہوتے ہوئے عراق اور دوسرے ممالک کو اپنے لپیٹ میں لینے کے لیے تیار ہے، افغان اور عراقی عوام کے ساتھ ان درندہ صفت قوتوں کے مظالم جگ ظاہر ہیں، جب کہ ایران، شام اور دیگر ملکوں کو سبق سکھانے کا عزم بالجزم دوہرایا جارہا ہے اور کوئی بعید نہیں کہ نشے میں مست یہ ظالم قوتیں بہت جلد اپنی شیطنت کا مظاہرہ کربیٹھیں، دوسرا محاذ جو مسلمانوں کے خلاف تیار کیا گیا ہے، اس کے قیام کا مقصد ملت اسلامیہ کو روحانی اور فکری اعتبار سے مفلوج بنانا ہے، تاکہ اس کی اصل قوت کو جو اس مثالی امت کا سرچشمۂ حیات ہے ناپید کردیا جائے۔

راقم السطور کے ناقص خیال میں دوسری قسم کی جنگ بہت شدت وقوت سے لڑی جارہی ہے اور مسلمانوں کو اصل خطرہ اسی جنگ سے ہے اس لیے کہ مسلمان جب تک روحانی طاقت سے لیس رہے گا، تو دنیا کی کوئی طاقت اسے سرنگوں نہیں کرسکتی اور یہی ایمان کا لازمی نتیجہ ہے۔

اس روحانی قوت کو ختم کرنے کے لیے انسانیت کے دشمنوں نے ہر اس چیز کو روا رکھا ہے، جس کی کم از کم مہذب دنیا میں کوئی جگہ نہیں ہے، یہ ان لوگوں کی صورت حال ہے، جو بزعم خویش یہ سمجھتے ہیں کہ وہی مہذب سماج کے تن تنہا ٹھیکیدار ہیں، ان لوگوں نے ''جدت پسندی'' اور ''روشن خیالی'' جیسے پرفریب کھوکھلے نعرے بلند کررکھے ہیں، جن کی آڑ میں وہ اپنی ریشہ دوانیاں جاری رکھے ہوئے ہیں، چنانچہ اس حقیقت سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی کہ ان محبوب اور دل فریب نعروں سے اٹھنے والی آوازیں بعض طبقوں میں تسلیم کرلی گئی ہیں اور اس کے مضر اثرات نے کمزور لوگوں کو بڑی حد تک متأثر بھی کیا ہے، اس کی عمومی صورت حال انتہائی ناگفتہ بہ ہے، ان پرفریب نعروں کے متأثرین اپنے دینی، روحانی اور لطیف جذبات کو نہاں خانۂ دل کے کسی ویران گوشے میں ڈال کر

ہوائے نفس کے گھوڑے پر سوار ہیں، جس کی قیادت یورپ کر رہا ہے، یورپ نے انسانی معاشرے کو نفس پرستی اور مادیت کا خوگر بنا دیا ہے۔ اسی مادیت کا ایک سیل رواں ہے جو مغربی عشرت گاہوں سے اٹھا ہے اور جس کے مذموم اور مسموم اثرات نے پوری انسانی برادری کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے یہ سب کچھ اچانک نہیں ہوا؛ بلکہ اس کا ایک بیک گراونڈ (Back ground) اور پس منظر ہے، جس کا لب لباب یہی ہے کہ انسان ایک ایسی راہ پر گامزن ہو جہاں مذہب کا کوئی تصور نہیں نہ وہاں ربوبیت ہے اور نہ عبودیت؛ بلکہ وہاں حضرت انساں ہے اور اس کی خواہشات، ان نام نہاد تہذیب پسندوں نے اپنی تحریک کو پروان چڑھانے کے لیے الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا کو بلیک میل کر رکھا ہے، اخبارات ہو یا رسالے یا پھر مختلف نوعیت کے جریدے یہ سب آئے دن اپنی اشاعت میں ایسے مضامین اور آرٹکلس شائع کرتے ہیں جو تعمیر کے بجائے تخریب اور تمدن کے بجائے تعفن کو فروغ دیتے ہوں، الیکٹرونک میڈیا نے یہ کام ان کے لیے اور بھی آسان کر دیا ہے، چنانچہ ٹیلی ویژن، وی سی آر، ویڈیو سیڈیز، ڈش کیبل اور انٹرنیٹ جیسے سریع الحرکت آلات استعمال کئے جا رہے ہیں، جن پر جنسی بے راہ روی کو بڑھانے والے مضامین اور ہیجان انگیز تصاویر شائع کر رہے ہیں؛ کیا یہی مغربی تہذیب کی گل کاریاں ہیں؟ جی ہاں مغربی تہذیب اسی کا نام ہے، جس نے انسانی اقدار کو پامال کر کے رکھ دیا ہے، مگر اسی تہذیب کے فریب میں اسلامی معاشرے کے نوجوان بھی پھنستے جا رہے ہیں، خدانخواستہ اگر اسی وقت اس پر قدغن نہ لگایا گیا تو پھر اس انسانیت کا اللہ ہی محافظ اور مددگار ہے، بقول شاعر ع

فساد قلب ونظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیر پاک وخیال بلند وذوق لطیف

لہٰذا ہمیں اس پہلو پر غور کرنا ہوگا کہ روحانی قوت کو ہم سے چھیننے کی جو مذموم کوشش جاری ہے اس کا سد باب کیسے کیا جائے، ہمیں احتساب کا چشمہ لگا کر دیکھنا ہوگا، کہ فساد کی کھیتی کو کہاں سے سیراب کیا جا رہا ہے، ان انسانیت کے دشمنوں کی تہذیب وتمدن کو دیکھ کر قوم رومانس کی ایسی دنیا میں کھو گئی ہے، کہ وہ اپنی حقیقت ہی بھول گئی ہے، یہ وہ قوم ہے کہ جس کے نوجوان کبھی ذکر اللہ سے مست، سجدوں کی لذت، اللہ کے خوف، قیام اللیل کے شوق اور علم کے ذوق سے آشنا تھے، ان کے چہرے عبادت کے نور کی چمک اور معرفت کے نور کی دمک سے درخشندہ وتابندہ ہوا کرتے تھے آج اس کے نوجوان گلوکاریوں کی چہک اور رقاصاؤں کی تھرک کے رسیا، پری چہروں کی مٹک اور خوبانوں کی ٹھمک پر فریفتہ ہیں بقول شاعر ع

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے ٹوٹا ہوا تارہ

اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اس نکتہ پر غور کرنا چاہئے کہ ہم نسل نو کے لیے کیا مواد فراہم کر رہے ہیں تربیت کے فقدان کے سبب آج کا نوجوان ایسی راہ پر کھڑا ہے جہاں اسے صحیح راستے کی تلاش ہے، مگر رہبر اس کے سامنے سے غائب ہے، کیا رہبری کے لیے کوئی خاص وقت آئے گا؟ نہیں بلکہ اس بیماری اور لاغر معاشرے کو فرنگی تہذیب سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ پوری حمیت دینی کے ساتھ میدان کارزار میں کود جائیں بہتر انجام اللہ کے ہاتھ ہے پھر ہر محاذ پر ان شاء اللہ جیت ہماری ہی ہوگی۔

☆☆☆☆☆

آج نہ مسجد ہے نہ مے ہے نہ میخانہ ہے
آج بدلا ہوا میخانے کا میخانہ ہے
یک بیک بدلی زمانے نے کروٹ کیسی
جس طرف دیکھئے ویرانہ ہی ویرانہ ہے

علامہ اقبالؒ

عبارات اکابر

حضرت حکیم الامت کی چند وصیتیں اور مشورے

ادارہ

(۱) میں اپنے دوستوں کو خصوصاً اور سب مسلمانوں کو عموماً بہت تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ علم دین کا خود سیکھنا اور اولاد کو تعلیم کرانا ہر شخص پر فرض عین ہے، خواہ بذریعہ کتاب ہو، یا بذریعہ صحبت، بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ فتن دینیہ سے حفاظت ہو سکے، جن کی آجکل بے حد کثرت ہے، اس میں ہرگز غفلت و کوتاہی نہ کریں۔

(۲) طالب علموں کو وصیت کرتا ہوں کہ نرے درس و تدریس پر مغرور نہ ہوں، اس کا کارآمد ہونا موقوف ہے، اہل اللہ کی خدمت و صحبت و نظر عنایت پر، اس کا التزام نہایت اہتمام سے رکھیں ع

بے عنایات حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

(۳) دینی یا دنیوی مضرتوں پر نظر کر کے ان امور سے خصوصیت کے ساتھ احتیاط رکھنے کا مشورہ دیتا ہوں۔

۱- شہوت وغضب کے مقتضا پر عمل نہ کریں۔

۲- تعجیل نہایت بری چیز ہے۔

۳- بے مشورہ کوئی کام نہ کریں۔

۴- غیبت قطعاً چھوڑ دیں۔

۵- کثرت کلام اگرچہ مباح کے ساتھ ہو اور کثرت اختلاط خلق بلا ضرورت شدیدہ و بلا مصلحت مطلوبہ اور خصوصاً جب کہ ہر کس و ناکس کو راز دار بھی بنا لیا جائے، نہایت مضر چیز ہے۔

۶- بدون پوری رغبت کے کھانا ہرگز نہ کھائیں۔

۷- بدون سخت تقاضہ کے بیوی کے ساتھ ہمبستر نہ ہوں۔

۸- بدون سخت حاجت کے قرض نہ لیں۔

۹- فضول خرچی کے پاس نہ جائیں۔

۱۰- غیر ضروری سامان جمع نہ کریں۔

۱۱- سخت مزاجی و تندخوئی کی عادت نہ کریں۔

۱۲- رفق اور ضبط و تحمل کو اپنا شعار بنائیں۔

۱۳- زیادہ تکلف سے بچیں، اقوال و افعال میں بھی اور طعام و لباس میں بھی۔

۱۴- مقتداء کو چاہئے کہ امراء سے بد خلقی نہ کرے اور نہ زیادہ اختلاط کرے اور نہ ان کو حتی الامکان مقصود بناوے، بالخصوص دنیوی نفع حاصل کرنے کے لیے۔

۱۵- معاملات کی صفائی کو دیانات سے بھی زیادہ مہتم بالشان سمجھیں۔

۱۶- روایات و حکایات میں بے انتہاء احتیاط کریں، اس میں بڑے بڑے دیندار اور فہیم لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں، خواہ سمجھنے میں یا نقل کرنے میں۔

۱۷- بلا ضرورت بالکلیہ اور بلا اجازت و تجویز طبیب حاذق شفیق کے کسی قسم کی دوا ہرگز استعمال نہ کریں۔

۱۸- زبان کی غایت درجہ ہر قسم کی معصیت و لایعنی سے احتیاط رکھیں۔

۱۹- حق پرست رہیں اپنے قول پر جمود نہ کریں۔

۲۰- غیر ضروری تعلقات نہ بڑھائیں۔

۲۱- کسی کے دنیوی معاملہ میں دخل نہ دیں۔

(۴) میں اپنے تمام منتسبین سے درخواست کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنی عمر بھر یاد کر کے، ہر روز سورہ یٰسین شریف یا تین بار قل ہو اللہ شریف پڑھ کر مجھ کو بخش دیا کرے، مگر کوئی امر خلاف سنت، بدعات عوام و خواص میں سے نہ کریں۔

(۵) حتی الامکان دنیا و مافیہا سے جی نہ لگائیں اور کسی وقت فکر آخرت سے غافل نہ ہوں، ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگر اسی وقت پیام اجل آ جائے تو کوئی فکر اس تمنا کا مقتضی نہ ہو "لولا أخرتني إلى أجل قريب فأصدق وأكن من الصّالحين" (یعنی اے اللہ تو مجھے تھوڑی سی مہلت دیدے تاکہ میں خوب صدقہ کروں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں) اور ہر وقت یہ سمجھیں۔

شاید ہمیں نفس واپسیں بود

اور علی الدوام دن کے گناہوں سے قبل رات کے اور رات کے گناہوں سے قبل دن کے، استغفار کرتے رہا کریں اور حتی الوسع حقوق العباد سے سبکدوش رہیں۔

(۶) خاتمہ بالخیر ہونے کو تمام نعمتوں سے افضل و اکمل اعتقاد رکھیں اور ہمیشہ خصوصاً بعد پانچوں نمازوں کے نہایت لجاجت و تضرع سے اس کی دعا کیا کریں اور ایمان کے حاصل ہونے پر شکر کیا کریں کہ حسب وعدہ "لئن شكرتم لأزيدنّكم" (یعنی اگر تم شکر گذاری کرو گے تو میں اور زیادہ کروں گا) یہ بھی اعظم اسباب خاتمہ بالخیر سے ہے اور اسی کے ساتھ میں اپنے لیے بھی اس دعاء کے لیے درخواست کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالی میرا بھی ایمان پر خاتمہ فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆☆

تأثرات

حضرت مولانا انعام اللہ صاحب قاسمی رفیق المعہد العالی مانک مئو

مخلص وکرم فرما جناب مولانا مسعود عزیزی ندوی صاحب مدیر: مرکز احیاء الفکر الاسلامی.................سلام مسنون

''نقوش اسلام'' کے تین نقش پابندی سے موصول ہوئے، استفادہ کا موقعہ ملا، ہر نقش نقش اولیں سے ہر اعتبار سے معیاری محسوس ہوا اور امید بلکہ یقین ہے کہ منزل بہ منزل اس کا معیار بڑھتا ہی جائیگا اور خوب سے خوب تر ہوگا ان شاء اللہ، اس پر مبارک باد قبول فرمائیں۔ اس کے اجراء کے موقعہ پر حاضری کی سعادت بھی اپنے استاذ گرامی حضرت مولانا محمد ناظم صاحب ندوی رئیس المعہد العالی اور رفقاء گرامی کی معیت میں حاصل ہوئی تھی، اس وقت صحافت، ذرائع ابلاغ اور میڈیا کی اہمیت پر کچھ اشارے نوٹ بھی کئے تھے، مگر وہ نہ پیش کرنے کا موقع مل سکا اور نہ ہی دوسرے کاموں کی مصروفیات اور اپنی غیر مرتب زندگی کی کوتاہی کی بنیاد پر ترتیب دے سکا، نتیجہ یہ ہوا کہ کسی جگہ کاغذات میں رکھ کر بھول گیا، یا کسی نے اس کو ضائع کر دیا، چونکہ کاموں کے لیے جو یکسوئی، ترتیب اور انتظام درکار ہوتا ہے اپنی زندگی اس سے تہی مایہ ہے، جب کہ کاموں کے لیے یہ چیزیں بہت ضروری ہیں، نہیں تو وقت جتنی سرعت وتیزی سے اپنا سفر طے کر رہا ہے اور جو بے برکتی سامنے آرہی ہے وہ بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرتی ہے اور اکثر حضرات اس بے برکتی کا شکار ہیں یہ قرب قیامت کی نشانی ہے۔

ہزار بار میں نے سنوارا ہے اپنی زندگی کو مگر   مزاج ڈھل نہ سکا آج تک قرینے میں

تاریخ میں جن رجال کار حضرات نے مصلوں اور چٹائیوں پر بیٹھ کر حیرت انگیز تصنیفات وتالیفات سے انسانیت پر احسان کیا جن کو یورپ کی اکیڈمی اور تصنیفی سینٹر انجام نہ دے سکے، اس کے پس پردہ دیگر چیزوں کے علاوہ انضباط وقت کا بھی اہم رول تھا، باری تعالی امت کو ضائع وبرباد ہونے سے بچائے اور تعلیمی، تدریسی، تصنیفی اور اصلاحی کاموں میں برکت پیدا فرمائے آمین۔

آپ نے ''نقوش اسلام'' کے محنت طلب مگر ضروری ماہنامہ کا اجراء فرما کر امت پر احسان عظیم کیا ہے، اس سے نہ صرف آپ کے ادارہ کا بلکہ اسلام وقرآن کا تعارف ہوگا اور غفلت ولا پرواہی دین وسنت سے بیزاری کے ماحول میں اچھی فضاء بنے گی اور پرچہ اپنی پہچان بھی بنائے گا طبائع کو بھی بدلے گا اور ایک صالح سوچ وفکر عطا کرے گا، بزرگوں کی تحریرات بھی سامنے آئیں گی اور نومشق ونوآموز قلم کاروں کو آگے بڑھنے کا موقع ملے گا اچھے افراد گر پڑ کر، زخم کھا کر، آبلہ پا ہو کر تیار ہوں گے۔

میرے حلقہ سخن میں ابھی زیر تربیت ہیں   وہ گدا کہ جانتے ہیں رہ ورسم کج کلاہی

افراد سازی اس وقت کی اولین ضرورت ہے، مسندیں، عہدیں، مناسب اور جگہیں افراد کی تلاش میں ہیں، مگر بہت کامیابی نہیں مل رہی ہے، جب کہ نبوت کا ایک عظیم الشان کارنامہ افراد سازی اور رجال سازی بھی ہے اور مسلسل مجاہدات سے کام کی نت نئی راہیں بھی سامنے آئیں گی، اس میں کوئی دورائے نہیں کہ اقبال وعروج ہمیشہ انھیں اقوام کا مقدر ہوتا ہے اور حالات انھیں افراد کے ہاتھوں نیا موڑ لیتے ہیں، جو قلم وقرطاس سے وابستہ ہوتے ہیں، ایک زمانہ تک اس قلم کی صداقتوں کی امین امت مسلمہ رہی ہے اور اس نے ہر شعبۂ زندگی میں وہ نت نئے افق فراہم کئے ہیں، جن کی پوری دنیا مرہون احسان ہے اور ان کے ارتقاء کے دور میں سب کی بھلائی تھی، ان کا فیضان سب کے لیے عام تھا، انھوں نے اسے تعمیر واصلاح کے لیے ہی استعمال کیا ہے، یہی امت قلم والی، علم والی اور تہذیب والی تھی اور اس کے تقدس کو اس نے کبھی مجروح کیا نہ اس کا غلط استعمال کیا، جس کی شہادت پورا قرون وسطی دیتا ہے، اس وقت مغرب ترقی کے آسمان پر ہے اور وہ ایک طاقتور پہلوان کے روپ میں ہے اس کے پاس قلم کی ترقی یافتہ تمام طاقتیں ہیں اور یہ سچی حقیقت ہے کہ وہ اس نے مسلمانوں سے حاصل کی ہیں، اس نے مدتوں مسلمانوں کی دانش گاہوں سے استفادہ کیا اور اسی ملت کے اساتذہ کی شاگردی اختیار کی ہے، مگر آج وہ جس طرح اس کا استعمال کر رہا ہے اور اس کا فکر گستاخ

جس طرح فطرت کی طاقتوں کو عریاں کر رہا ہے اور تہذیبی ،فکری یلغار کر کے وہ اپنے محسنوں کی اولاد کے ساتھ اور ربانی تعلیمات کے ساتھ کھلواڑ کر رہا ہے، بلکہ انسانیت کے ساتھ اور مجھے کہنے دیجئے اپنے ساتھ ، اپنے حلیفوں کے ساتھ جو ظلم وزیادتی کر رہا ہے، وہ جگ ظاہر ہے، اس کی ترقیات کی بنیادوں میں امت مسلمہ کے اسلاف کی محنتیں شامل ہیں، جس کے ساتھ اس نے علمی خیانت کی ہے، اس موقعہ پر اقبال کا یہ شعر پورے پس منظر کا ترجمان ہے۔

حکومت کا تو کیا رونا وہ تو ایک عارضی شے تھی　　　نہیں دنیا کے آئین مسلم سے کوئی چارا

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی　　　جنھیں دیکھا ہے یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارا

اور اس فرعون وقت کے بارے میں حضرت موسی علیہ السلام کے اس احساس کو نقل کرنا زیادہ مناسب ہے ”وقال موسی ربنا انك آتيت فرعون وملاه زينة واموالا فى الحيوة الدنيا ربنا ليضلوا عن سبيلك “ (یونس)اور موسی علیہ السلام نے عرض کیا اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو سامان زینت اور طرح طرح کے مال دنیوی زندگی میں دیئے ہیں، اے رب اسی واسطے دیئے ہیں کہ وہ تیری راہ سے گمراہ کریں۔

لیکن انشاء اللہ العزیز یہ تھوڑی کاوشیں، محنتیں آنے والوں کے لیے راہ ہموار کریں گی اور مغرب خودکشی پر مجبور ہوگا۔　　ع

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے خودکشی کرے گی

پرچہ کا دائرہ بڑھاتے رہئے، زیادہ ہاتھوں تک پہونچے گا تو نفع عام ہوگا اور مسلسل منظر عام پر لاتے رہئے اس سے برکت ہوتی ہے، نقوش اسلام کن خطوط پر کام کرے؟ کیا مقاصد ہوں؟ اور کس طرح کی تحریرات آئیں؟ اسلوب نگارش کیا ہو؟ قلمکاروں کا کیا جذبہ ہو؟ اس کے لیے میں حضرت العلام جناب مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم کا یہ راہ نما، نافع، چشم کشا اور بصیرت افروز تاثر نقل کرنا بہت مناسب سمجھتا ہوں اور نافعیت کا پورا یقین رکھتا ہوں جو حضرت العلام نے مولانا ناظم ندوی صاحب کو ”ماہنامہ حراء کا پیغام“ کے اجراء کے موقع پر از راہ محبت پیش فرمایا تھا، وہ ذہن ودماغ کے افق سے بساط کاغذ پر آنے کے لیے بے تاب ہے۔

فرمایا! ان شاء اللہ اچھا نام ہے کام میں بھی نیک نیتی ہونی چاہئے، اسلوب نگارش داعیانہ ہو علمی وتحقیقی مضامین میں بھی دعوت کا اسلوب برقرار رہے، زبان صاف وشستہ اور سلیس ہو، مقصدی باتیں ہوں، سطحیت اور غیر معیاری مضامین سے اجتناب رکھیں، محض واقعات وقصص وغیرہ نقل کر کے پرچہ کا پیٹ نہ بھرا جائے، تحریر میں بے جا مترادفات کا استعمال نہ ہو، لیکن جہاں اس کے ذریعہ مضامین کے حسن ووقار اور معیار میں اضافہ ہو، وہاں استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں، اللہ تعالی غریق رحمت فرمائے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کو ان کو اللہ نے خوب صلاحیت دی تھی، آپ کا انداز بڑا مؤثر ہے، آپ نے ادب وانشاء کو خادم بنا کر اس سے بڑے بڑے کام لیے ہیں، آپ کے مضامین میں سلاست وروانی، شگفتگی، جچے تلے الفاظ اور اسلوب داعیانہ ہوتا ہے، کبھی کبھی تحریر میں شوخی الفاظ معنویت کو بے جان کر دیتی ہے، اگر الفاظ کی شوخی کے ساتھ اس کی معنویت برقرار رہتی ہے تو وہ بہت کارگر ثابت ہوتی ہے محض الفاظ کی بازی گری سے کام نہیں بنتا۔

احادیث مبارکہ کے ترجمہ وترجمانی کے سلسلہ میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے معمولی سے تغیرات معنی پر اثر انداز ہوجاتے ہیں، یہ کمال اللہ تبارک وتعالی نے علامہ شبلیؒ وعلامہ سید سلیمان ندویؒ کو خوب دیا ہے کہ احادیث کی تعبیر وتشریح میں بہت جچے تلے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور میرے عزیزو! اس وقت الفاظ کی شوخی اور تحریری شگفتگی سے زیادہ مقصدیت، اولوالعزمی اور دل سوزی کی ضرورت ہوتی ہے۔

فرمایا! یقیناً قلم کی طاقت مسلم ہے، اس کے ذریعہ بھی افکار وخیالات بنتے بگڑتے ہیں، یہ بڑا نازک وذمہ داری کا کام ہے، اس کے لیے اپنے آپ کو فارغ کرلو، اگر خود کلی طور پر فارغ نہیں کر سکتے تو ایسے افراد کو منتخب کرو جو اس اہم اور وقیع کام کو انجام دے سکتے ہوں، ان میں فکر ہو، دردمندی ہو، مطالعہ بھی خوب کرتے ہوں اور حاصل مطالعہ بھی لکھتے ہوں، یہ حاصل مطالعہ بڑے کام کی چیز ہے، میں آپ کے پرچہ کے لیے دعا کرتا ہوں، بس نیک نیتی کے ساتھ نکالو، تحصیل زر مقصود ہو نہ اپنی شہرت، خرابیاں انھیں چور دروازوں سے آتی ہیں، قرآن وسنت کے پیغام کو عام کرنے اور عقیدہ کے تحفظ پر زور دیا جائے، اردو جس

میں عقیدۂ توحید کا تحفظ کافی حد تک ہے اسے آزادی کے بعد ایک منصوبہ بند نظام کے تحت کمزور کر دیا گیا اس کے ذریعہ دبے پاؤں ہندو کلچر کو گھروں میں داخل کیا جا رہا ہے اور اس سے عقیدۂ توحید بھی متاثر ہو رہا ہے، میں بچپن میں گھر میں ایک ہندی کتاب پڑھ رہا تھا اس میں لکھا تھا ''طوطا رام رام کرتا ہے'' تو والد محترم نے سنا وہ غضبناک ہو گئے اور فرمایا بند کرو، بہت پڑھ لیا ہے، والد صاحب عقیدۂ توحید پر آنچ آنے والی ہر چیز سے نفرت کرتے تھے، اس لیے میں ہندی، انگریزی زیادہ نہ پڑھ سکا، بعد میں احساس ہوا کہ اس جملہ سے عقیدہ یقیناً متاثر ہوتا ہے، اکثر گھرانوں میں والدین میں اتنا شعور اور اس قدر حس کہاں ہے، کہ وہ سمجھائیں کہ ایسے جملوں اور ایسی کتابوں سے ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے، اس لیے ایمانیات اور عقائد پر خاص طور سے زور دیا جائے، اللہ آپ کے پرچہ کو ترقی دے۔

ان فرمودات پر اللہ تعالی ہم سبھی کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین اور حضرت شیخ صاحب کا سایہ صحت وعافیت کے ساتھ امت پر تادیر قائم رکھے آمین، محبت و تعلق کی بنیاد پر غیر مرتب باتیں دراز بھی ہو گئیں اور ہماری نئی نسل قلم و قرطاس کی صداقتوں کی بھی امین ہو، ان میں نبوی سوز و تڑپ، پیغمبری کا جذبہ اور پیغمبری اضطراب پیدا ہو اور انھیں جذبات سے وہ مخلصانہ اپنے دعوتی نصب العین کو آگے بڑھائیں اور دنیا کو باور کرائیں کہ ہم تو دعوتی امت کے افراد ہیں، دعوت ہی ہمارا مقصد ہے اور حضرت ربعی بن عامرؓ کے الفاظ میں وہ ہر محاذ پر یہی اعلان کریں۔"الله ابتعثنا لنخرج من شاء الی عبادة العباد الی عبادة الله وحده ومن جورا لاسلام الی عدل الاسلام ومن ضيق الدنيا الی سعتها" ایک نومشق قلم کار کی اس زیادتی کو محسوس نہ فرمائیں گے، اس تمنا کے ساتھ کہ ؏

دھیان خانہ میں پٹکا وہ بادہ اپنے ساغر سے　　　کہ جس کا قطرہ قطرہ تازیانوں کی طرح برسے

دعا گو

محمد انعام اللہ قاسمی المعہد الاسلامی مانک مئو

تأثرات

مولانا نجم الحسن صاحب مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون

عزیز گرامی　جناب مولانا مسعود عزیزی ندوی (اطال اللہ عمرہ) عزیزم مولوی محمد ساجد سلمہ متعلم دار العلوم دیوبند کے توسط سے ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کا پہلا شمارہ نظر نواز ہوا، کتابت وطباعت ہی اعلی ذوق کی نشاندہی کر رہی تھی، پھر مضامین بھی ماشاء اللہ نہایت جاندار اور عام ضرورت کے حامل، بہت دلکش اور امت کے لیے نفع بخش، غرض ظاہری و باطنی خوبیوں سے مزین، واقعتاً لائق ستائش ہے اور نقشِ اول روشن مستقبل کا آئینہ دار ہے، اللہ نے اپنے جن خوش نصیب بندوں کو جذبۂ تبلیغ کے ساتھ زبان و قلم اور ادبی ذوق کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے ان کے لیے احکام کی تبلیغ و اشاعت اور اس راہ میں اپنی صلاحیت و استعداد کے استعمال کا لائق ترین مصرف اور سنہرہ موقع ہے، قلبی مسرت کے اظہار اور دلی مبارکباد پیش کرتے ہوئے، دعا گو ہوں کہ حق تعالی نظر بد سے محفوظ رکھیں، اس سلسلہ کی کاوش کو قبول فرمائیں اور اس کے فیضان کو عام فرمائیں۔ امین

نجم الحسن تھانوی

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون

تأثرات

مولانا ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی مفتی اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

مکرمی مولانا مفتی مسعود عزیزی ندوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولانا محمد ساجد قاسمی صاحب کے توسط سے آپ کا رسالہ ''نقوش اسلام'' ملا، پڑھا خوشی ہوئی کہ آپ کے عزائم اونچے، حوصلے بلند اور ارادے نیک ہیں، مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندوی علیہ الرحمہ کی جانب نسبت بھی بڑی بابرکت اور عالی ہے، اللہ کی مدد ہر قدم پر آپ کے شامل حال رہے۔

بزرگوں کی سرپرستی اور ان کی رہنمائی آپ کو حاصل ہے، یہ آپ کے لیے عظیم سوغات ہے جس سے آپ قدم قدم پر فائدہ اٹھائیں گے۔

''نقوش اسلام'' کو آپ نے دینی، دعوتی، علمی ادبی، فکری اور اصلاحی ترجمان بنا کر گویا ایک جامع الجہات رسالہ بنانے کا ارادہ کیا ہے، لیکن اس وقت فکری محاذ زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور مفکر اسلام کی جانب انتساب بھی یہی تقاضہ کرتا ہے، فکری محاذ پر آج اسلامی شریعت اور اس کے نظام حیات کو سخت چیلنج کا سامنا ہے، فکر اسلامی کو جدید اسلوب واصطلاحات میں اور معقولیت کے پیراہن میں پیش کرنے کی ضرورت ہے، اس کے لیے توازن اور وسعت نظری کے ساتھ عمیق علم اور گہری بصیرت درکار ہوگی، ہم سمجھتے ہیں کہ ایسے اہل قلم کا تعاون آپ کے کارواں کو منزل تک پہنچانے میں مددگار ثابت ہوگا۔ خدا ہم سب کا حامی وناصر ہو

والسلام

محمد فہیم اختر ندوی

مفتی اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

مولانا حسن الہاشمی ایڈیٹر ماہنامہ ''طلسماتی دنیا'' دیوبند

عالی جناب ایڈیٹر صاحب! سلام مسنون

خدا کرے مزاج گرامی بخیر ہوں

آپ کا رسالہ ''نقوش اسلام'' اور آپ کا شفقت نامہ موصول ہوا، آپ نے میرے بارے میں جن اچھے خیالات اور حسن ظن کا اظہار کیا ہے، میں اس کا قدرداں ہوں اور اللہ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے آپ کی سوچ وفکر کے اعتبار سے کسی قابل کردے اور آپ کا حسن ظن باقی رہے۔

اس دور میں رسالے نکالنا وبھی دینی طرز کے اور پھر اردو زبان میں ایک بہت بڑا اجہاد ہے کیونکہ دینی رسالے بالعموم اپنوں کی بے اعتنائی کا شکار ہوجاتے ہیں اور اپنوں کی ناقدری کا غم اٹھا کر قصۂ پارینہ بن کر رہ جاتے ہیں۔

ملت اسلامیہ کے حالات ناگفتہ بہ ہیں اہل علم اور ارباب صلاحیت کی ناقدری کا دور دورہ ہے، ایسے رنج دہ حالات میں آپ نے ''نقوش اسلام'' کی داغ بیل ڈالی ہے جو ایک عظیم کارنامہ ہے، نقوش اسلام کی شروعات اچھی ہے، میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ ہمیشہ حق بات کی اشاعت کو ترجیح دیں اور لوگوں کی ناراضگی کی پرواہ نہ کریں، آپ کے یقین رکھیں کہ اگر اس دنیا کا کوئی ایک فرد بھی آپ کی بات نہ مانے اور آپ کی بات حق ہو تو آپ کامیاب ہیں دعا یہ ہے کہ رب العالمین آپ کو استقامت عطا کرے اور اس رسالہ کی بقاء کے لیے غائبانہ آپ کی مدد ہو، اور قدم بقدم لمحہ بہ لمحہ آپ کو عوام وخواص کا بھرپور تعاون ملے، تاکہ اندھیروں میں جلایا ہوا یہ چراغ روشن رہے اور اس کی روشنی تا حد نظر پھیلتی رہے اور ایک خلقت اس روشنی سے استفادہ کرتی رہے ان سطور کے ساتھ ساتھ میں آپ کے نقوش اسلام کی شروعات پر آپ سب کو دلی مبارک باد دیتا ہوں اور اپنی اس حوصلہ افزائی کو اپنا دینی واخلاقی فریضہ سمجھتا ہوں۔ خدا حافظ

خادم حسن الہاشمی ایڈیٹر ماہنامہ ''طلسماتی دنیا'' دیوبند

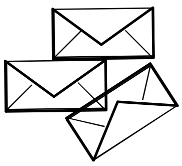

مراسلات

Markazu Ihyail Fikril Islami Muzffarabad.Saharanpur(u.p)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت مکرم ومحترم جناب محمد ساجد قاسمی صاحب

سلام مسنون

آپ کی طرف سے نقوش اسلام کا شمارہ موصول ہوا (اپریل) نہایت دیدہ زیب سرورق، رنگین طباعت، عمدہ مضامین سے بھرا رسالہ دیکھ کر دل خوش ہوگیا، علامہ اقبال پر اور تصوف والے مضامین پسند آئے، میرا مضمون شائع کرنے کا شکریہ، چند اور مضامین ارسال خدمت ہیں۔

خیر اندیش

محمد زکریا ورک (کناڈا)

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب! سلام مسنون

نقوش اسلام کا دوسرا شمارہ موصول ہوا، اتنے خوبصورت اور شاندار رسالہ کی اشاعت کے لیے مبارک باد۔

''مسلمانوں کی عظمت رفتہ بحال ہوسکتی ہے'' کے عنوان کے تحت مرتب اداریہ غور وفکر کی دعوت دیتا ہے، مسلمانوں کے عروج وزوال، حقیقت کے غماز ہیں۔ تصوف اور شاہ ولی اللہ سے فکر کی دعوت ملتی ہے، مسلم حکمرانوں کی رواداری کی اشاعت موجودہ تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

ان دنوں اخبارات میں کفو، اشراف، اجلاف، ذات پات اور نسب کی فضول بحث چھڑی ہوئی ہے، نقوش اسلام میں شائع شدہ مضمون ''نسب پر تفاخر'' کا یہ جملہ کہ اسلامی شریعت میں ذات پات کا کچھ اعتبار نہیں تو پھر ایسی چیزوں پر تکبر اور فخر وناز کرنے سے کیا فائدہ؟ جو انسان کے ساتھ ہمیشہ قائم رہنے والی نہیں، سارے مسئلہ کو ختم کر دیتا ہے۔

آپ سے ایک درخواست ہے کہ رسالہ میں ایسے گوشوں کا اضافہ کیجئے جو عام قاری سے تعلق رکھنے والے ہوں، جیسے مسائل اور ان کا حل وغیرہ

کار لائقہ سے یاد فرمائیں

مسیح الزماں امروہوی

ایڈیٹر ''گوشوارہ پندرہ روزہ''

مکرمی ایڈیٹر صاحب، ''ماہنامہ'' نقوش اسلام'' سلام مسنون

بعد تحیۃ وتسلیم خدا کرے آپ مع الوجوہ بخیر ہوں، سر دست ماہنامہ نقوش اسلام کا دوسرا شمارہ باصرہ نواز ہوا، متنوع اور دلچسپ علمی ومعیاری مضامین کے ساتھ ساتھ کاغذ اور عمدہ طباعت نے دل جیت لیا، پیغامات دیکھ کر یہ اندازہ کر لینا مشکل نہیں ہے کہ ملک کے عبقری اور نمایاں لوگوں سے از خود رابطہ کیا گیا، یہ ایک خوش آئند اور قابل قدر کام ہے، چونکہ آج ادارے اور تنظیمیں ذاتی حیثیت اختیار کر چکی ہیں دوسروں کو برداشت کرنے کی ہمت اور وسعت ظرفی کا فقدان ہے، ہر شخص ''ما انا علیہ فہو حق'' کو معراج سمجھ کر دیگر مسائل سے آنکھیں موندے ہوئے ہے، جس کی سنگینی نظر انداز نہیں کی جاسکتی، اس لیے ضرورت ہے کہ سرکردہ صحیح الفکر لوگوں سے مضامین لکھوائیں، بالخصوص ایسے مضامین جو خلیج کو مضاعف کرنے کے بجائے ختم کرنے میں معاون ومددگار ہوں، ویسے آپ کے مجلّہ کے ابتدائی نقوش وخطوط سے ہمت بندھی ہے کہ انشاء اللہ اس کے ذریعہ دنیائے صحافت وادب میں ایک روشن باب کا آغاز ہوگا، جس کی ضیا پاشیاں ظلمت کدوں کو منور کریں گی۔

والسلام

محمد عمران اکبرآبادی دار العلوم دیوبند

محترم ومکرم جناب محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج عالی بخیر ہوں گے۔

ماہ اپریل کا ماہنامہ ''نقوش اسلام'' نظر نواز ہوا، دل وجان سے خوشی ہوئی اور مضامین پڑھ کر نئی نئی باتوں کا علم ہوا، یقیناً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ''نقوش اسلام'' ایک رسالہ ہی نہیں، بلکہ اسلام کی دعوت کو عام کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے، جو آپ ہی جیسے نیک مخلص انسان، باصلاحیت شخص اور کامل رہبر کی رہبری اور زیر نگرانی شائع ہو کر اطراف عالم کا سفر طے کر رہا ہے، خداوند قدوس اس رسالہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین

امام الدین ایم، پی

مکرمی ایڈیٹر صاحب!.........................سلام مسنون

بعد از کی التحیات عرض ہے کہ ''نقوش اسلام'' کا پہلا شمارہ باصرہ نواز ہوا، اس مبارک کام کے اجرا کے لیے میں صمیم قلب سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

اور دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالی اس کے ذریعہ مقاصد حسنہ کی توفیق ارزانی کرے، انشاء اللہ جلد از جلد حاضر بھی ہوں گا۔

اگر مناسب سمجھیں تو ہماری لائبریری کے لیے اعزازی طور پر جاری کر دیں انشاء اللہ قلمی تعاون جاری رہے گا۔ والسلام

دعاؤں اور تمناؤں کے ساتھ

محمد عرفان قاسمی

خادم الفاروق لائبریری کھجنا ور ضلع سہارنپور

☆☆☆☆☆☆

حالات حاضرہ

عالمی خبریں News World

حافظ عبدالستار عزیزی

عراق میں خانہ جنگی کی صورتحال

ماسکو- روسی وزارت خارجہ کے محکمہ مشرق وسطی وشمالی افریقہ کے نائب ناظم اولیگ اوزیروف نے یہاں بین الاقوامی سلامتی کے موضوع پر ایک سیمینار میں عراق کی موجودہ صورت حال پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہاں حالات قابو سے باہر ہوتے جارہے ہیں اور خانہ جنگی جیسی صورت حال پیدا ہوگئی ہے۔

امریکہ مسلم مخالف پالیسیاں ترک کرے

ڈیربورن - امریکہ کے اسلامی سنٹر کے سربراہ او رشیعہ عالم امام حسین القوازینی نے بش انتظامیہ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کرے، کیونکہ ان پالیسیوں کے تحت امریکی مسلمانوں اور حکومت کے درمیان تعلقات تلخ ہوگئے ہیں، انھوں نے کہا کہ انتظامیہ کی جو پالیسیاں غلط ہیں اور جن کی وجہ سے مسلمانوں کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک کیا جاتا ہے، وہ ہیں ٹیلیفون کی ٹیپنگ، شہری حقوق، امیگریشن اور ۱۱رستمبر کے واقعات کے بعد بنایا گیا پٹریاٹ ایکٹ، ایک انٹرویو میں انھوں نے کہا کہ امریکی انتظامیہ اکثر وبیشتر مسلم فرقہ کی عزت ووقار کے خلاف سخت رویہ اپناتی ہے، جبکہ اسے دوستانہ رویہ اپنانا چاہئے، انھوں نے سوال کیا کہ آخر ہمیں شک کی نظر سے کیوں دیکھا جاتا ہے؟ اور ملک کے ساتھ وفاداری ثابت کرنے کے لیے کیوں کہا جاتا ہے؟

ایران پر فوج کارروائی کی مخالفت

ماسکو- روس کے صدر ولادیمیر پوتن نے یہاں فوج سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ ایران کے خلاف کوئی بھی فوجی کارروائی نہ کرے، ان کا ملک ایران کے خلاف پابندی لگانے سے متعلق قرارداد کو بھی سلامتی کونسل میں ویٹو کردے گا، ادھر ازبکستان کے صدر اسلام کریموف نے تاشقند میں ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ ایران کے خلاف فوجی کارروائی کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے، ایران کے مسئلہ کا فوجی حل بالکل ناقابل قبول ہے اور وہ خاموش تماشائی نہیں بنے رہیں گے، کسی بھی تنازعہ کو پرامن سفارتی کوششوں سے حل کیا جاسکتا ہے۔

امریکی صدر کی مقبولیت میں کمی

واشنگٹن -سی، بی، ایس نیوز کے ایک سروے کے مطابق صدر کی حیثیت سے جارج ڈبلو بش کی مقبولیت کا گراف گر کر ۳۱رفیصد ہوگیا ہے، دہشت گردی کے خلاف ان کی مہم کو ۴۶رفیصد، عراق پالیسی کو ۲۹رفیصد، معاشی پالیسی کو ۲۸رفیصد، خارجہ پالیسی کو ۲۷رفیصد، امیگریشن پالیسی کو ۲۶رفیصد اور گیس کی قیمت کے مسئلہ پر صرف ۱۳رفیصد عوامی حمایت حاصل ہے، یہ اب تک کسی امریکی صدر کی مقبولیت کا سب سے کم گراف ہے، حیرت کی بات یہ ہے کہ مقبولیت پر لگاتار گراوٹ کے باوجود صدر بش کی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں آرہی ہے۔

حماس حکومت کو برطانوی امداد

یروشلم- برطانیہ نے فنڈ کی کمی سے دوچار فلسطین کی نئی حکومت کو انسانی بنیاد پر امداد فراہم کرنے کے لیے ایک تجویز تیار کی ہے، تاہم اسے فلسطینی حکومت کو ہی خرچ کرنے کا اختیار ہوگا اور حماس اپنی تنظیم پر اسے خرچ نہیں کرسکتی ہے، دریں اثناء سعودی عرب، مصر اور اردن نے وارننگ دی ہے کہ اقتصادی امداد پر امریکی پابندی کی وجہ سے فلسطین میں انسانی بحران پیدا ہوسکتا ہے۔

مغربی ممالک کو ایران کی دھمکی

تہران- ایرانی وزارت خارجہ کے ترجمان حامد رضا آصفی نے اپنی ہفتہ وار پریس کانفرنس میں کہا کہ اگر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل ایران کے جوہری پروگرام کے خلاف کوئی قدم اٹھاتی ہے، تو اس سے ایران مغربی ملکوں کے خلاف محاذ آرائی کرنے پر مجبور ہوجائے گا اور پھر ایران اقوام متحدہ کی بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی کے ساتھ تعاون نہیں کرے گا، ادھر ایرانی صدر محمود احمدی نژاد نے دھمکی دی ہے، کہ اگر کوئی کارروائی کی گئی تو ایران این، پی، ٹی، سے بھی الگ ہوسکتا ہے۔

حج کمیٹی ایک- 2002 میں تبدیلی نہیں

نئی دہلی- امور خارجہ کے وزیر مملکت ای احمد نے حج کمیٹی ایکٹ 2002 کو نہایت جامع اور عملی قرار دیتے ہوئے اس میں کسی تبدیلی کو مسترد کر دیا اور کہا کہ عازمین حج کو نہایت تربیت دے کر حج کے دوران انہیں بہت ساری دشواریوں سے بچایا جاسکتا ہے۔